قرآن وسنت کی تفہیم میں تکفیریوں کے طرز عمل سے واقفیت

مؤلف: علی فتحی
مترجم: سید اصغر رضا نقوی، فاضل مشرقیات

خلاصہ:

قرآن کریم اور سنت نبوی کو سمجھنا شریعت اسلامی کے بنیادی ترین منابع میں شمار ہوتا ہے اور اس کے اپنے خاص ضابطے ہیں، اسی وجہ سے قرآن کریم کی آیتوں اور روایتوں کے حوالے سے کسی خاص قاعدہ اور صحیح ضابطہ کا لحاظ کئے بغیر کچھ کہنا ایک فرقہ وارانہ تعصب اور تفسیر بالرای کا کھلا مصداق سمجھا جاتا ہے جو کہ نہایت مذموم طریقہ ہے، قرآن وروایات کے سلسلے میں راہ افراط کو اپنانے کی وجہ سے مفسّر آیات کا لحاظ کئے بغیر یا قرآن کریم کی کچھ ظاہری آیات پر تکیہ کرلینے کی بنیاد پر اور کبھی قرآنی آیات کی خود انتخاب تفسیر پیش کرکے دوسروں پر شرک وبدعت کاالزام لگاتے ہیں۔

قرآن وسنت کے سمجھنے میں اس کے ضابطے اور خلاف اصول آیات وروایات پر عمل، وہ بھی ظواہر آیات پر شدت پسندی کے رویہ نے تکفیری سلفیوں کو یہ جرأت وہمت دیدی کہ وہ ایک طرف ظاہری اور سطحی معانی پر عمل کریں اور دوسری طرف اپنے مخالفین کو بے بنیاد بہانوں سے بدعت گذار اور مشرک وکافر کا خطاب دے دیں۔

یہ تحریر قرآن وسنت کی فہم وتفسیر میں تکفیری سلفیوں کے طریقہ عمل سے واقف کرانے میں ایک تجزیہ وتحلیل ہے جس میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ تکفیری سلفی گروہ اپنے طریقہ کار میں دینی فہم واستنباط کے متعارف اصول کے بالکل پابند نہیں ہیں بلکہ زیادہ تر قرآن وسنت کی تفسیر بھی اپنے مقاصد کی تائید میں کرتے ہیں۔

کلیدی الفاظ، تکفیری روش، طریقہ سے واقفیت، سلفیت، وہابیت، قرآن، سنت

مقدمہ:

دور حاضر میں عالم اسلام میں رونما ہونے والے فتنوں کے اسباب میں سے ایک اہم سبب تکفیری گروپ کا لوگوں کو مسلمانوں سے متنفر کرانا اور ان سے دور کرنا ہے، جو کبھی سلفیت کے نام پر تو کبھی قرآن

وسنت سے دفاع کے بہانے اسلامی دنیا کو بہت سے نقصان منجملہ سیاسی اور سماجی مشکلات سے دوچار کئے ہوئے ہیں۔ مجموعی طور پر سلفی اپنے طریقہ عمل کے اعتبار سے دو حصوں پر تقسیم ہوتا ہے:

۱۔ قدیم سلفی، ۲۔ جدید سلفی،

قدیم سلفی، اپنے آپ کو سلفی بزرگوں کا تابع اور ان کے طریقہ کار کی پیروی کرنے والے جانتے ہیں اور سلف (بزرگ) ان کی نگاہ میں عام طور پر صحابہ اور تابعین کو کہتے ہیں اور غیر متعارف طریقوں کو نہیں اپناتے ہیں، جبکہ جدید سلفی، تکفیری طرز عمل کے ساتھ سامنے آیا ہے جسے ابن تیمیہ کے انتہا پسندانہ افکار و نظریات کی اطاعت اور کچھ صدی قبل محمد بن عبد الوہاب کی قیادت نے مزید تقویت بخشی ہے، جس کے نتیجہ میں وہ صحابہ اور تابعین سے اپنے افکار وابستہ کرنے کے بجائے اکثر ابن تیمیہ اور محمد ابن عبد الوہاب کی آراء و نظریات سے منسلک اور وابستہ کرتے ہیں، تاکہ سلفی اس طرح سے اپنے مخالفین کی سب سے کمتر سزا، کفر سمجھیں، اور انہیں واجب القتل قرار دیں، جبکہ یہ نظریے اور خود یہ طریقے حقیقی اسلام کی سوچ سے کلی طور پر متضاد ہیں اور استاد شہید مرتضیٰ مطہری کے بقول، سلفی خیال وہابی یعنی جدید سلفی نے بزرگوں کی پیروی کو اپنی محدود و تنگ نظر سوچ اور کسی حد تک ابن تیمیہ کی پیروی میں حنبلی مکتب فکر کے مطابق کر دیا ہے اور حقیقت میں صدر اسلام کی طرف واپسی کو اس حنبلی مسلک سے وابستہ کر دیا۔ جو اسلامی مکتب فکر کے لحاظ سے سب سے بعد میں ہے۔[۱] بے شک قرآن وحدیث کو اسی وقت صحیح سمجھا جاسکتا ہے جب اس کے صحیح اصول کا سہارا لیا جائے اور یہ فہم وادراک اسلامی عقلائی اصول کی بنیاد پر ممکن ہے اگرچہ طریقہ کار اور اصول کے مطابق ہونے کے باوجود بھی ہمیشہ سو فیصد مراد تک رسائی نہیں ہوتی لیکن حقیقت اور مراد تک پہنچنا بھی اس کے بغیر ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے صرف مناسب طریقوں کو وسیلہ بنانے اور صحیح معیار کو اختیار کرنے سے حقیقی معانی اور مراد تک پہنچا جاسکتا ہے۔

شرعی احکام کے استنباط کرنے میں وہابی تکفیریوں کے بعض طریقہ کار

یہ حضرات چونکہ غیر عقلائی طریقوں کا سہارا لیکر اور قرآن کریم وسنت نبوی کی غلط اور من مانی تفسیر کرتے رہے ہیں لہٰذا بعض صحابہ وتابعین اور ان کی پیروی کرنے والوں کی فکر و عمل کو معیار قرار دیتے ہوئے دور حاضر کی زندگی کے لئے شرعی حجت سمجھتے ہیں، اس راستہ کی پیروی کرنے والوں نے ایک طرف اہلسنت کے چاروں مسالک کے فقہی معیار واصول سے ہٹ کر اور دوسری طرف اجتہاد کے انتہا پسندانہ اور بے ضابطہ انداز کو اپنا کر ایک جدید تکفیری نظریہ کو جنم دیا ہے۔

وہابیوں کے خیال کے مطابق قرآن وحدیث کے صحیح سمجھنے کا طریقہ فقط سلف کی روش بالخصوص ابن تیمیہ کے طریقہ کار پر اعتماد کرنا ہے۔ اور اس کے علاوہ جو بھی سلفی طریقہ کے خلاف ہو وہ اوہام وگمان پر مبنی

ہے اسی وجہ سے دوسرے طریقے تکفیری وہابیوں کی نظر میں معتبر نہیں ہیں۔

اس بنیاد پر عقلی طریقہ اسلام میں بعد میں وجود آیا اور یقیناً صحابہ و تابعین کے دور میں موجود نہیں تھا، اسلامی افکار کے مطابق دینی معارف اور مقاصد تک پہنچنے کے لئے عقل و نقل (آیات و روایات) دونوں طریقے اپنا اپنا مقام رکھتے ہیں اور بہت سے مقامات پر یہ دونوں طریقے ایک دوسرے کے لئے مکمّل ہیں، چنانچہ قرآن کریم نقلی روش کے علاوہ اپنے اندر بہت سے عقلی استدلال کا مظہر ہے یہی وجہ ہے کہ دلیل نقلی قطعی و معتبر اور دلیل عقلی قطعی میں کسی طرح کا تعارض واختلاف نہیں ہے۔

البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ تقدم اور ترجیح کے باب میں تعارض کے وقت کون کس پر مقدم ہوگا مسلمانوں کے درمیان اختلاف نظر پایا جاتا ہے لیکن تکفیری وہابیوں کی نگاہ میں صرف وہی ظواہر آیات قابل قبول اور شرعی حیثیت رکھتے ہیں جن کی تفسیر سلف نے کی ہو۔ ان تکفیری وہابیوں اور دوسرے مسلمانوں میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہر حالت میں اپنی ہی روش پر عمل کرتے ہیں چاہے آیات وروایات کی صورت عام ہو یا مطلق یا قید وشرط کی صورت رکھتی ہو یعنی متعارض روایتوں کو بجائے قرآن سے پرکھنے، ناقل کی حیثیت اور شرائط کو ملحوظ کئے بغیر سند وروایت وغیرہ کسی طرح کی شرط ان کے نزدیک اہمیت کی حامل نہیں ہے، تکفیری گروہ کی تمام سرگرمیوں سے قطع نظر جس طرح وہ میدان عمل میں کسی اخلاقی وانسانی اصول کے پابندی نہیں ہیں اسی طرح سے علم و تحقیق نیز اخلاق وانصاف کے حوالے سے بھی کسی چیز کا خیال نہیں رکھتے ہیں، اکثر مواقعوں پر علمی منطقی اور استدلالی راستوں کو اپنانے کے بجائے تہمت والزام تراشی اور نامناسب تعبیرات کا استعمال کرتے ہیں۔

ظواہر قرآن واحادیث پر عمل کرنے میں شدت پسندی اور کسی قانونی ضابطہ کا لحاظ کئے بغیر من چاہے انداز میں ان پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ اپنے طریقۂ عمل کو ظواہر کے مطابق اور نہایت سطحی رکھتے ہیں جس کے نتیجہ میں اللہ کے جسم و تشبیہ کے قائل ہوگئے۔ مکمل طور پر سے اس روش کو اجاگر کرنا اور ان تمام واقعات کو بیان کرنا اس ایک مقالہ میں ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے اس تحریر میں تکفیری وہابیوں کے ان اہم طریقوں پر تجزیاتی اور توصیفی تحقیق پیش کی گئی ہے جنہیں وہ قرآنی وحدیث کے سمجھنے میں اپناتے ہیں۔

سلفیوں کا تکفیری گروپ:

سلفیوں کا تکفیری گروہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے مخالفین کو کافر مانتے ہیں ان کی فکری بنیاد کی بنا پر ایمان و عمل کے درمیان ملازمہ پایا جاتا ہے اسلامی دنیا میں صرف وہ گروہ جو ایمان کو عمل کے ساتھ اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر مانتا تھا وہ خوارج تھے یہاں تک کہ ان میں سے بعض ان گناہوں کے انجام

دینے سے کہ جن پر کوئی مخصوص عذاب نہ ہو کفر کی دلیل سمجھتے تھے۔

بعض لوگوں کے نظریے کے مطابق خوارج تقریباً بیس فرقوں میں بٹ گئے ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کافر کہتا تھا۔

جنگ صفین کے واقعہ میں جنہوں نے حکمین کے حق میں موافقت کی تھی اور اس پر راضی ہو گئے تھے منجملہ حضرت علیؑ ان سب کو یہ لوگ کافر کہتے تھے، اور اسی کفر کا بہانہ بنا کر انہوں نے حضرت علیؑ کو شہید کر دیا۔۲

شدت پسندی تکفیر: (ایک دوسرے کو کافر بتانے) کے تمام نشیب وفراز تاریخ اسلام میں صدر اسلام سے لے کر آج تک موجود ہیں نمونے کے طور پر تیسری صدی میں "بر بہاری" فرقہ اسی فارمولے پر عمل کرتا تھا اور ابن تیمیہ کے وسط حیات اور محمد بن عبد الوہاب کے آخری دور میں وہابیت نے سلفیت نامی ایک نئے فرقہ کو جنم دیا کہ جس نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی امور انجام دینے کی وجہ سے خوارج کی طرح مشرکوں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا، دوسرے تمام مسلمانوں کو اس وجہ سے کہ وہ وہابیوں جیسی سوچ نہیں رکھتے مشرک وکافر شمار کرتے ہیں۔

سلفی وہابی مکاتب فکر کی بنیاد پر بالخصوص سلفی وہابی کے اندر کارفرما طریقۂ کار مد نظر تکفیری نظریہ قائم ہوا اگرچہ خود سلفی وہابی مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔۳

بے شک تکفیریوں کے افکار اور طرز عمل کا اصلی سرچشمہ سلفی وہابی کی تعلیم وتربیت ہے اسی بناپر تکفریوں کا طریقۂ کار سلفی وہابی کی طرح بے رحمانہ آمرانہ اور اس حد تک شدید ہے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں کو صرف اس وجہ سے کہ وہابیوں کے ہم عقیدہ نہیں ہیں انہیں شرعی قوانین وضوابط کا مخالف قرار دیتے ہوئے کفر کا الزام لگاتے ہیں اور کسی دلیل کے بغیر لوگوں کا خون بہانا جائز سمجھتے ہیں۔ سلیمان بن عبد الوہاب کے بقول: آج مسلمان ایک ایسے شخص کے پھندے میں گرفتار ہو گئے ہیں کہ وہ شخص اپنے آپ کو قرآن وحدیث کا دلدادہ مانتا ہے اور جو بھی اس کا ہم فکر نہیں ہے اس کو کافر کہتا ہے جبکہ اس کے پاس ایک شرط اجتہاد تو کیا اجتہاد وفتویٰ کی شرائط کا دسواں حصہ بھی نہیں جانتا ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے نادان افراد اس کی پیروی کرتے ہیں؟!۴

سنت نبوی کی من مانی تفسیر اور قرآن کریم کی آیات کا سطحی ومعمولی مطلب نکالنے کی جرأت نے انہیں اپنے مخالفین کو بے دھڑک کافر کہنے کا حوصلہ دیا۔

نمونے کے طور پر، جامعہ مسلمین، یا تکفیری جماعت نے انجینئر شکری مصطفیٰ (۱۹۴۲-۱۹۷۸) کی قیادت میں آج کے مسلم معاشرہ کو کافر معاشرے کا نام دیا اور کہا کہ ایسے مسلمانوں سے پرہیز کیا جائے تاکہ

پاک ہوں اور بعد میں دوسروں کو بھی پاک کرنے کے لئے سعی و کوشش کریں۔ اس کی نگاہ میں تمام مسلم معاشرہ رسول خداؐ اور خلفائے راشدین کے بعد سے کافر ہوگیا ہے، اور صرف مسلمانوں کی نجات کا راستہ شکری مصطفیٰ والی مسلمان جماعت سے ملنے میں ہے ورنہ کفار کے زمرے میں آجائیں گے، اس لئے اگر شکری مصطفیٰ کو وہابیوں کے شدت پسند گروہ میں شمار کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، بعض لوگوں کی نظر میں شکری مصطفیٰ نے وسیع پیمانے پر حکام اور اسلامی معاشرے کے درمیان تکفیر کی بنیاد کو مستحکم کیا ہے۔[۵]

بہر حال ایک دوسرے کو کافر کہنے کی وجہ سے اسلامی معاشرے پر اتنا بڑا اثر پڑا ہے جس کو آسانی سے ختم نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کے برے نتائج کا ہم مشاہدہ بھی کر رہے ہیں چنانچہ اسلامی ملکوں میں بہت سے دہشت گردانہ حملے کے پیچھے تکفیری فتوے کافرما رہے ہیں۔

سلفیت۔ تکفیری طریقہ کار سے واقفیت

"لفظ روش"، راستہ، طریقہ، کام کو کیسے انجام دیا جائے، قاعدہ اور قانون کے معانی میں استعمال ہوا ہے اس کا مطلب ہے کسی کام کو انجام دینے کا طریقہ، یا کسی آلہ و وسائل کو کام میں لانا اور کسی راستہ کو اختیار کرنا اپنے مقصد و ہدف تک پہنچنے کے لیے ایک خاص نظم وضبط کے ساتھ۔[۶]

اور اصطلاح میں یہ لفظ کبھی خود راستہ پر یا ان قواعد و وسائل پر اطلاق ہوتا ہے جن کے ذریعہ مقصد تک پہنچنا مطلوب ہوتا ہے اسی طرح ہر قسم کے مناسب وسائل کے ذریعہ مقصد اور ہدف تک پہنچنے کو روش کہتے ہیں۔ لہٰذا: روش ان تمام وسائل اور تدبیروں کا نام جن کے ذریعہ حقیقت کو پہچاننے اور ہدف و مقصد تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ قرآن وحدیث کو ایک خاص طریقہ اور قواعد وضوابط کے مطابق ہی سمجھا جاسکتا ہے اور قرآن کو سمجھنے کا سب سے معتبر اور صحیح طریقہ فہم کے عقلی اصول ہوتے ہیں اگرچہ ہمیشہ قواعد وضوابط کی پابندی اس بات کی ضمانت نہیں ہوتی کہ وہ واقعی مراد تک پہنچ ہی جائے گا لیکن حقیقی معنیٰ و مقصود تک پہنچنے کا راستہ بھی یہی ہے۔

اسی وجہ سے صرف مناسب طریقوں کے ذریعہ اور صحیح معیار کو اپنانے کے بعد ہی صحیح مطلوب اور مقصود تک رسائی ہو سکتی ہے۔

(سلفی تکفیری معاصر) موجودہ دور کا سلفی منابع ومآخذ اور ہم فکر اور ہم تحریر ہونے کے ساتھ ساتھ، اپنے مقصود کو پانے کے لئے ان کی خود اپنی تعبیر کے اعتبار سے ایک خاص قسم کی روش کے ذریعہ دین کو صحیح سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں یعنی صرف انہیں وہابیوں کے پاس دین کو صحیح سمجھنے کی قوت موجود ہے، ان کی نظر میں اسلام کی صحیح تفسیر کرنے کی تشخیص صرف ظواہر قرآن وسنت اور صدر اسلام کی تین نسلوں پر منحصر ہے جس میں صحابہ وتابعین وتبع تابعین شامل ہیں۔ یہ روش وطریقہ کم وبیش قدیم

سلفی جیسے کہ ابن حنبل کے یہاں بھی پایا جاتا ہے جو کہ احکام کے استخراج و استنباط میں ظاہر قرآن و سنت اور عمل صحابہ کی تاکید کرتے تھے لیکن وہ بات جو ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ قدیم سلفی، و جدید سلفی (وہابی) ان دونوں میں وجہ امتیاز ایک خاص قسم کی تفسیر ہے جیسے جدید سلفی نئے قسم کے مفہوم جیسے بدعت، شرک، کفر یہاں تک کہ دوسرے مسلمانوں کو کافر جیسے لفظ کہنے میں لگاؤ رکھتے ہیں، ان وہابیوں کی دین کی غلط تفسیر اور جہالت و نادانی اور دین فہمی کے سلسلہ میں ظاہر پسندی و رجحان پر انجماد اور ظاہر پر عمل کرنے اور ان کی تکفیری حالت اس بات کا سبب بنی ہے کہ استکباری طاقتیں انکا ایک بہت کار گر ثابت ہونے والے ہتھیار کے طور پر مسلمانوں کے درمیان اختلاف ڈالنے اور اپنے برے مقاصد میں ان سے استفادہ کریں، اس نظریہ سے بھی ان کے اعتقادی اور بنیادی اصولوں کی تحقیق اور ان تکفیری گروہوں کے طور طریقوں کی چھان بین کرنا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ جو اسلامی معاشرہ پر کلنک کا ٹیکہ لگا ہوا ہے اس کو صاف کیا جاسکے، یہ تحریر اور یہ مقالہ سلفیوں کے بارے میں تحقیق و جستجو اور ان کی روش کے بارے میں تنقید اور ان کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ وہابیوں کا قرآن و حدیث فہمی کے طور پر طریقہ ایک ظاہر پسند روش پر مبنی ہے اور یہ لوگ قرآن و حدیث فہمی میں ہر طرح کی تاویل اور عقلی دلیلوں سے گریز اور بے ثمر ولا حاصل اجتہاد پر تکیہ کرتے ہیں کہ ان موارد کو انکا بنیادی طریقہ کہا جاسکتا ہے۔

قرآن و سنت کے ظواہر سے سلفیوں کا بے ضابطگی پر مبنی تمسک

سلفی گروہ ابن تیمیہ کی اتباع میں قرآن در روایات کے ظواہر پر بغیر کسی ایسے عقلی و نقلی قرائن کے جو ظواہر کے خلاف ہوں ان سے تمسک کرتے ہیں، اور ان کی اس ظاہر پسندی کو ان کی تمام تحریروں اور کتابوں میں بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے ابن تیمیہ کی یہ ظاہر پسندانہ فکر ایسے عقائد کو جنم دیتی ہے جیسے کہ توسل کی بعض قسموں کا انکار اور ان کے مرتکب پر کفر کا فتویٰ لگانا بعض شفاعت کی اقسام کا انکار اور (نبی و امام) سے تبرک حاصل کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ابن تیمیہ کا قرآن کا سطحی طور پر سمجھنا اور تاویل کا منکر ہونا نیز ایسی تفسیروں کو پیش کرنے کی وجہ سے علماء نے ابن تیمیہ کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا اور ابن تیمیہ کو متعدد مرتبہ جیل میں ڈالا گیا۔ ابن تیمیہ قرآن میں مجاز کا منکر اور ان آیات کی تاویل کا منکر ہے جو خداوند عالم کی صفات خبری سے متعلق ہیں نیز وہ آیات متشابہ جو خداوند عالم کی صفات خبری ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان کو ان کے ظاہری مفہوم و مطلب پر حمل کرتا ہے، وہ اس راستہ سے داخل ہو کر غیر مناسب نظریوں کا مرتکب ہوتا ہے، سلفی تکفیریوں کا غلط اور غیر منطقی طریقوں کی طرف جانا اور مسلمان دانشوروں کے طریقوں اور روش کا پابند نہ ہونا خود سے بغیر کسی دلیل اور منطق کے فیصلہ کرنا بھی ایک سبب ہے، کہ ان لوگوں نے بے ضابطگی و غیر مناسب

طریقہ کو اپنے نظریہ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کھولدیا ہے۔ ۷ مجموعی طور پر وہابیوں کی بے ضابطگی اور علمی لیاقت نہ ہونے کو تکفیری گروہ کا سلسلہ قرار دیا جانا چاہیئے۔

نمونہ کے طور پر شکری مصطفیٰ ان وہابی شدت پسندوں میں سے ہے جس نے نص کا سہارا لے کر مسلمانوں کو کافر بتایا اس کا یہ طریقہ کسی کی مخالفت کا محتاج نہیں ہے بلکہ اس کا یہ اپنا ایک حکم تھا، ۸۔

اس نے اپنی اس روش کو ایک دستی تحریر کے ضمن میں (الحجیات) کے عنوان سے یعنی ہدایت کے راستوں اور اس کے منابع وماخذ کو بیان کیا ہے جو کہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ لوگ شرعی احکام کے استنباط میں اسلامی اصول وضوابط وقواعد سے خارج ہوگئے ہیں۔ ان کے نظریہ کے مطابق علم وہدایت فقط ایک مأخذ ومنبع میں منحصر ہے اور وہ خدا ہے دلیل میں یہ آیات پیش کرتے ہیں۔ "قالوا سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا"۔ ۹ اور "قل ان هدی الله هو الهدی"، ۱۰ لیکن ہم خداوند عالم سے براہ راست رابطہ کرنے سے محروم ہیں اس وجہ سے خداوند کریم نے ہمارے لئے وہ جگہیں معین کردی ہیں جہاں سے ہم علم ودانش حاصل کرسکیں، جیسے آسمان وزمین ۱۱، انسان، ۱۲، قرآن، ۱۳، رسولؐ ۱۴، یہ منابع ومأخذ آپس میں ایک دوسرے سے مرتبط ہیں اور تنہا ہدایت نہیں کرسکتے ہیں۔ ۱۵

شکری مصطفیٰ مجتہد اور مقلدین پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہے چونکہ وہ کہتا ہے کہ جو شخص بھی لوگوں کے لئے فتویٰ صادر کرتا ہے وہ کافر ہے ۱۶ اور مقلدین بھی کہ جن لوگوں نے ہدایت الٰہی کو چھوڑ دیا اور عالموں سے بغیر دلیل پوچھے ان کی تقلید کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔ شکری مصطفیٰ اجتہاد کو احکام الٰہی کی شناخت کا ذریعہ عبادت خدا کے قصد کے لیے تلاش اور کوشش کے معانی میں جانتا ہے۔ لیکن اجتہاد کے شرائط جیسے عربی زبان کا ماہر ہونا اور اصول فقہ وعلم حدیث وغیرہ کی تعلیم کو لازم نہیں جانتا بلکہ شکری مصطفیٰ اجتہاد کو تمام لوگوں یہاں تک کہ عوام پر بھی واجب قرار دیتا ہے۔ اور تمام مقلدین کو کافر مانتا ہے، ۱۷ شکری مصطفیٰ ان تمام آیات الٰہی سے استناد کرتے ہوئے کہ جو کافروں کو ان کے آباء واجداد کے کفر کی تقلید کے بارے میں نازل ہوئی ہیں انہی سے مقلدِ عوام مقلّد کے کفر کا فتوی صادر کرتا ہے۔ اور بغیر کسی ضابطہ وقانون کے ان آیات کو عام لوگوں پر کہ جو احکام خداوندی کو ان کے ماہر افراد اور مجتہدین سے حاصل کرتے ہیں منطبق کرتا ہے، ۱۸ وہ طریقہ جو شکری مصطفیٰ نے ایجاد کیا ہے آج وہ ہی طریقہ بہت زیادہ شدت پسندی کے ساتھ تکفیری وہابیوں کے سیاسی لیڈران منجملہ داعش نے بھی اپنا رکھا ہے، اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آج کے وہابی تکفیریوں کا سلسلہ اور ان کا طور وطریقہ شکری مصطفیٰ کے فکری سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

شکری مصطفیٰ جماعت المسلمین کا ممبر بننے میں ہی اسلام کا معیار سمجھتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ ان

سب کی تحقیق کے بعد (یعنی ایسے افراد پر تحقیق و آزمائش کے بعد ہی اسلام کا حکم لگاتا ہے) جو لوگ بھی شکری مصطفیٰ کے حلقہ بگوشوں میں ہیں وہی مسلمان ہیں ورنہ کافروں کے زمرہ میں آتے ہیں اور ان کا خون حلال و مباح ہے،۱۹ اس طرح کے اسلام کو پیش کرنا لوگوں میں وحشت و خوف پھیلانے کے مترادف ہے۔

شکری مصطفیٰ نے وہی راستہ اپنایا ہے کہ جو اس سے پہلے خوارج نے اپنایا تھا لیکن خوارج اور شکری مصطفیٰ میں فرق یہ ہے کہ شکری مصطفیٰ نے تمام مسلمانوں کو کافر بتادیا ویسے خوارج نے تمام مسلمانوں کو کافر نہیں بنایا۔

ظاہر عمل کرنے میں شدت پسندی اور عقل کے استعمال سے انکار

وہابیوں کا ظاہری عمل اور عقلی اصولوں سے انکار نقل و ظاہر پر رجحان کا یہ سلسلہ حنبلیوں بالخصوص احمد ابن حنبل متوفی (۲۴۱ھ) کی طرف پلٹتا ہے۔ البتہ احمد ابن حنبل سے پہلے ہی اس تکفیری گروہ میں خوارج کی پیدائش ہوچکی تھی، اور تیسری صدی ہجری میں تکفیری وہابی فرقہ، میں "بربہاری" فرقہ نے بھی اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے، حنابلہ کے علاوہ فرقہ حشویہ ۲۰ فرقہ مجسمہ اور ظاہر یہ وہابیوں پر مبنی نئی شاخوں نے مذکورہ واقعہ میں اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے، ظاہر پسندی نے ساتویں صدی میں ابن تیمیہ کے ظہور کے ساتھ سلفی طور طریقہ کے عنوان سے اپنی پہنچان بنائی اور سلفیت سے ان کی مراد یہ بھی تھی کہ تابعین صحابہ کی مطلق مرجعیت اور ان کے بعد ان کی نسل میں عام مرجعیت کا اعلان کرنا تھا، یہ سلسلہ آخری صدی میں محمد بن عبدالوہاب کے ذریعہ اپنے اندر ایک نئی جان پکڑ گیا، رمضان بوطی کے بقول اس نئے فرقہ نے اپنے آپ کو شرعی حیثیت دینے کے لیے اور ابن تیمیہ کے آثار سے متمسک رہنے کے لیے سلفیت کا عنوان اختیار کیا۔۲۱

قدیم سلفیوں کے اہم ترین بنیادی عقائد یہ ہیں کہ قرآن واحادیث کے ظاہر پر عمل کرنا اور قرآن میں استعمال ہونے والے مجاز کا انکار نیز تاویل و تفسیر کی مخالفت، جدید سلفی بھی دینی متون (قرآن وحدیث) کے ظاہری معنی پر اعتماد اور ہر قسم کی تفسیر و تاویل سے ماوراء ہو کر اپنی دینی اور مذہبی سرگرمیوں کو انجام دیتے ہیں، وہ لوگ اپنے بیان کے طریقوں میں قرآن کریم کی بہت زیادہ آیات کا سہارا لیتے ہیں لیکن بغیر کسی آیت اور اس کا ترجمہ دیکھے منطقی ارتباط یا محکم ومتشابہ ہونے یا پھر آیت کے کسی خاص شان نزول کے اعتبار سے اسلام کا واقعی چہرہ پیش کئے بغیر جیسا کہ وہ گمان کرتے ہیں ویسا ہی پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس نظریہ کی بنیاد پر سلفیوں کی یہ ظاہر پسندی کی سوچ بنیادی طور پر اصول دین بالخصوص خدا کی صفات خبری کی بحث میں نشو ونما پا گئی ہے۔

سلفی تکفیر تفسیر کتاب وحدیث کے سمجھنے میں عقل کے استعمال کے قائل نہیں ہیں۔ اور قرآن وحدیث کے مطالب کو عقل وعلم کے ادراک سے بالا مقدم سمجھتے ہیں یعنی قرآن وحدیث فہمی کے جو طریقہ ہیں ان میں عقل کو کام میں نہیں لاتے ہیں۔ ان وہابیوں کے خلاف سلسلہ کو ذیل کے عناوین میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے:

حدیث وسنت غیر معتبر کو قرآنی آیات پر حاکم بنانا، آیات کو روایات پر غلط طریقہ منطبق کرنا، آیات متشابہات سے تمسک کرنا اور آیات متشابہات کی تفسیر وتوضیح میں آیات محکمات کی جانب رجوع نہ کرنا اور روایات سے غلط طور پر استناد کرنا (تمام صحابہ اور تابعین یہاں تک کہ تبع تابعین کی مرجعیت کو قبول کرنا) جبکہ خود سلفیوں کا ہم عصر شیخ ابن عثیمین کہتا ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض اصحاب نے چوری کی، شراب نوشی کی، اور دوسروں پر ناروا تہمتیں لگائیں، اور زنائے محصنہ وغیر محصنہ کے مرتکب ہوئے، لیکن یہ تمام برائیاں اور اصحاب کی کارستانیاں ان کے فضائل ومحاسن کے سامنے پوشیدہ رہیں اور بعض صحابہ پر تو حد بھی جاری ہوئی ہے لیکن یہ تمام سزائیں ان کے گناہوں کا کفارہ ہوں گی۔ [۲۲]

قرآن وحدیث سے مطالب اخذ کرنے والے پوری تاریخ تفسیر میں دو غلط طریقوں کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہوئے ہیں، بے ضابطہ تاویل و باطنی معانی کا اخذ کرنا اور دوسرے یہ کہ فکری تعطل اور سطحی طور پر معانی قرآن کو دیکھنا، کہ اس ظاہر پسندی نے تو اور خرابی پیدا کردی کیونکہ اس کی وجہ سے متون دینی (قرآن وحدیث) کے سمجھنے میں عقل تعطل کا شکار ہوگی اور علمی کام رک گیا۔

کلی طور پر سلفیوں کے عقیدہ کے مطابق ان آیات قرآنیہ کے معانی پر ایمان لانا چاہئے اور ان کے مطالب ومراد کو خدا پر موکول کردینا چاہئے۔ لیکن خلف کی نظر میں: ان آیات کے ظواہر قطعاً مراد نہیں ہیں بلکہ یہ تعبیریں مجازی ہیں لہٰذا ان کی تاویل کی جانی چاہئے۔

اسی لئے یہ گروہ (خلف) "وجہ"، یعنی چہرہ کو ذات اور "ید" یعنی ہاتھ کو قدرت اور مثل سے تاویل کرتا ہے، عام طور پر سلفی ان آیات کو جو صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہیں ان کی تفسیر وتاویل ان کی اسی ظاہری مراد پر حمل کرتے ہیں یا ان آیات کے بارے میں کچھ نہیں کہتے، چپ ہیں۔

لیکن اس کے مقابلہ میں گروہ متاخرین ان آیات کو شان الٰہی کے مطابق تاویل کرتے ہیں، ظاہر پسند وانتہا پسند (وہابی) تاویل کا استعمال نہیں کرتے یہاں تک کہ کتاب وسنت کے متشابہات کے بارے میں ان کا طور طریقہ سلفی تکفیریوں کا ہے۔

خصوصاً آیات متشابہ، اور وہ آیات وروایات جو صفات باری تعالیٰ سے مربوط ہیں ان کی تفسیر میں کم از کم حسب ذیل طریقہ اپنایا گیا ہے: تشبیہ گری، ظواہر آیات وروایات پر عمل کرنا اور ان کے ظاہری

مفہوم پر عقیدہ رکھنا چاہے یہ تجسم و تشبیہ پروردگار کا موجب بنے، خداوند عالم سے نفی صفات کرنا اور عقل کا معطل کرنا، عقل کی روشنی میں ظواہر آیات وروایات سے استناد کرنا اور تاویل کا سہارا لینا ان موارد میں کہ جہاں پر آیات وروایات کے ظاہری معنی پر عمل کرنا خداوند عالم کے تجسم و تشبیہ کا باعث بنتا ہے اور تفویض یعنی ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے پھر بھی اس کے ظاہری معنی کو مراد نہ لینا، وغیرہ اس طرح کی آیات وروایات میں ہر طرح کے اظہار نظر اور آیت وروایت کے معنی بیان کرنے سے گریز کرنا چاہئے، اور اس کے علم کو صرف خداوند عالم پر سونپنا چاہئے کیونکہ صرف اس کا علم خدا کے پاس ہے اور بس۔ ۲۳

وہ چیز جو سلفیوں (نہ کہ سلفی تکفیری) اور خلفیوں کے درمیان ان آیات کی تفسیر کے بارے میں قابل بحث و گفتگو ہے اس پر کئی لحاظ سے تحقیق کی جاسکتی ہے:

۱۔ دونوں گروہ خداوند عالم کے مثل و مشابہت سے منزہ اور مبرا ہونے پر اتفاق نظر رکھتے ہیں۔

۲۔ دونوں گروہ متفق ہیں کہ ان الفاظ کے ظاہری معنی خداوند عالم کے بارے میں مراد نہیں لئے جاسکتے ہیں۔

۳۔ الفاظ صاحبان لغت کے اندرونی حالات اور احساس کی عکاسی کرتے ہیں یہ الفاظ بالکل ان حقائق کو بیان کرنے سے قاصر ہیں جو خداوند عالم سے متعلق ہیں، اس بنا پر معانی کو ان الفاظ میں محدود نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ان مقدمات کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سلف وخلف دونوں اصل نظریۂ تاویل میں مشترک رائے رکھتے ہیں، اور فقط ان دونوں میں اس بات میں اختلاف ہے کہ خلف نے لوگوں کو تشبیہ و تجسم کے عقائد سے محفوظ رکھتے ہوئے مراد اور لفظ کے حقیقی معنیٰ کو واضح و معین کردیا ہے تاکہ عوام ان عقائد میں گمراہ نہ ہونے پائے لیکن سلفیوں نے ان معانی اور مراد کو معین نہیں کیا بلکہ اسکے معنی کو ایسے ہی چھوڑ دیا۔ البتہ یہ اتنا کم اختلاف، نزاع اور واویلا کا سبب نہیں ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: ہماری نظر میں سلفیوں کا یہ نظریہ کہ آیات صفات و متشابہ کی تفسیر سے متعلق خاموشی اختیار کرنی چاہئے اور ان آیات کا علم خداوند عالم کے سپرد کردینا چاہئے پیروی کرنے کے حوالہ سے کہیں بہتر ہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ وہ انتہا پسند سلفیوں سے دوری اختیار کرتے ہوئے اضافہ کرتا ہے:

البتہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خلف کی تاویل، فسق وفجور اور ان کے کفر کا سبب نہیں ہے اور اس طرح کی تاویلیں خلف وسلف کے درمیان اختلاف کا باعث نہیں ہیں، چونکہ احمد بن حنبل جیسا فرد جو سلفی فکر کا گرویدہ اور اس فکر کا پابند ہے وہ چند موارد میں تاویل کی طرف مائل ہوا ہے۔

مختصر یہ کہ سلف وخلف دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ان آیات کاظاہری مفہوم مراد نہیں ہے اور خود یہ اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں تاویل کو قبول کرتے ہیں۔اس سے بڑھ کر یہ سب کے سب اس بات پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ غلط تاویل یا وہ تاویل جو دین کے اصول وقواعد کے مطابق نہ ہو، قابل وقبول نہیں ہے۔

اس بناپر دونوں گروہ (سلفی وخلفی) میں اختلاف رائے صرف شریعت کی جائز تاویل میں ہے،؟ جوکہ ایک سادہ کام ہے اور بعض سلفیوں کے ذریعہ سے انجام بھی ہوا ہے، لہٰذا تمام مسلمانوں کی اس دور میں یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور ان کی صفوں میں اختلاف نہ ہونے دیں۔ ۲۴

ظواہر آیات وروایات سے تمسک کرنا عقلی ونقلی قرائن کے بغیر، خود سلفیوں کے بزرگ ابن تیمیہ کے طریقہ کے خلاف ہے۔ابن تیمیہ کی ظاہر پسندانہ فکر نے توسل کے بعض اقسام کی نفی اور توسل کرنے والوں کو کافر کہا ہے اور بعض شفاعت وتبرک سے تمسک حاصل کرنے کے طریقوں کی نفی پر اپنے عقائد کو پیش کیا ہے۔ابن تیمیہ نے قرآنی آیات سے متعلق معمولی علم کی بناپر اور تاویل کی رد سے ایسی تفسیروں کو پیش کیا کہ علماء نے اس کے کفر کا فتویٰ دیدیا اور وہ چند بار جیل میں ڈالا گیا، ابن تیمیہ نے قرآن میں مجاز کے وجود سے انکار کیا اور ان آیات کی تاویل سے بھی انکار کیا کہ جن میں خداوند عالم کی صفات کی خبر ہے اس طرح آیات متشابہ کا انکار کیا کہ جن میں خداوند عالم کی صفات خبری کا تذکرہ ہے پھر ان تمام کو ان کے ظاہر پر حمل کیا ہے، جس کے سبب وہ غیر مناسب نظریوں کا کا باعث بنا، سلفیوں کی نگاہ میں صرف قرآن وحدیث کے سمجھنے کا طریقہ، وہی ہے جو ابن تیمیہ کا قرآن وحدیث کے سمجھنے میں ہے اور یہی حق ہے اس کے علاوہ، وہ طریقہ جو سلفیوں کی روش کے برخلاف ہے وہ محض خیال وگمان پر مبنی ہے یعنی صحیح نہیں ہے۔ ۲۵

قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے سلفیوں کا یہ ظاہر پسندانہ نظریہ اس بات کا سبب بنا کہ فلسفہ وکلام ومنطق وعملی عرفان جیسے علوم عقلی اور نظریاتی فلسفہ کا مخالف قرار پائے توظاہر سی بات ہے کہ اس روش کی مخالفت کرنے سے علم کی مخالفت ہونا لازمی تھی اور علم کی مخالفت کرنے سے اس علم کے عالموں اور دانشوروں کی مخالفت بھی وجود میں آتی ہے،اسی بنیاد پر سلفی حضرات دوسرے طریقوں کی پیروی کرنے والے افراد کو جیسے فلسفیوں، متکلمین اور صوفیوں اور عارفوں وغیرہ کو بدعت گزاروں میں شمار کرنے لگے۔

نمونہ کے طورپر شکری مصطفیٰ علم کو" فتنہ" سے تعبیر کرتے ہوئے علم کو سرکش وطغیان اور علم

سے بشر کو بے نیاز بتاتا ہے، شکری مصطفیٰ نے سورۂ علق کی تفسیر میں جو پیغمبرؐ پر نازل ہونے والا پہلا سورہ ہے اسے اس فتنہ کے سلسلہ کی ایک کڑی قرار دیا ہے۔

شکری مصطفیٰ کے نظریہ کے مطابق خداوند عالم نے اس سورہ میں بندوں کو "اقراء باسم ربک" اپنے نام کے ساتھ ان چیزوں کو پڑھنے اور سیکھنے کو کہا جو خداوند عالم کی عبادت کا سبب بن سکیں، " علم الانسان مالم یعلم" لیکن انسان علم کے فتنہ کی وجہ سے صحیح راستہ پر چلنے سے منحرف ہوگئے۔ کلّآ انّ الانسان لیطغیٰ ان رّاٰہ استغنیٰ، ۲۶؎ شکری مصطفیٰ تصریح کرتا ہے کہ خداوند عالم نے وہ علم جو بشر کو سکھایا وہ اس لئے تاکہ بشر سرکشی نہ کرے اور پیغمبر نے وہ علم جو ہر مسلمان پر واجب قرار دیا ہے وہ آخرت کا علم ہے اور اس سے خداوند عالم کی عبادت مراد ہے۔ شکری مصطفیٰ، پیغمبر اسلامؐ کی سیرت پر تاکید کے ساتھ کسی دوسرے علم کے حصول کو سود مند نہیں قرار دیتا ہے وہ مسلمانوں کو صرف سیرت رسولؐ کی پیروی کے ساتھ مسلمانوں کو صرف خدا کی بندگی اختیار کرنے اور عبادت گزاری کی دعوت دیتا ہے اور کبھی دوسرے علم کو منفعت بخش نہیں جانتا ہے۔ ابوزہرہ سلفیوں کے طور طریقہ کے بارے میں لکھتا ہے:

معتزلہ نے اسلامی عقائد کے بیان میں فلسفیوں کا طریقہ اختیار کیا ہے، انہوں نے بحث ومباحثہ اور مناظرہ میں یونانی منطقیوں اور فلسفیوں کی روش کو اپنایا ہے اور اس طریقۂ کار کو اپنانے میں ان کا اصلی مقصد صرف دین مبین اسلام کے دفاع کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے خود کو اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا، اشاعرہ اور ماترید نے بھی انہی لوگوں جیسی روش کو اختیار کیا، اور یہ دو گروہ (اشاعرہ اور ماتریدیہ) اکثر جن نتیجوں تک پہنچنے میں معتزلہ کامیاب ہوئے ہیں ان میں ایک دوسرے سے نزدیک ہوگئے اگرچہ تجزیہ نگاروں اور نکتہ سنج افراد نے ان کی اس کارکردگی پر تجزیہ کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں سلفی گروہ نے ان کی مخالفت میں کمر باندھی اور ان کے اس طریقہ کی مخالفت کرنی شروع کردی، سلفی چاہتے تھے کہ عقائد کی اسی طرح تحقیق ہو جیسے صحابہ وتابعین کے دور میں مرسوم تھی، یعنی عقائد کو قرآن وحدیث سنت کے علاوہ کسی دوسرے منابع و ماخذ سے نہ لیا جائے۔ اس لئے جن دلائل کی بناء پر عقائد کی بنیاد رکھی گئی ہے انھیں قرآن کریم سے لیا جائے اور علماء اور دانشوروں کو قرآن کے علاوہ دوسری ادلہ میں غور وفکر سے روکا جائے۔ ۲۷؎

ابن تیمیہ نے (کہ جس نے سلفیوں کی فکر کو جلا بخشی ہے اور اسلامی مذاہب کے علماء کے عقائد کی تفہیم کے سلسلہ میں فلسفیوں متکلمین معتزلہ واشاعرہ اور ماترید اور شیعوں کی روش کی طرف) اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

سلفیوں کی کوئی بھی روش ان روشوں میں سے نہیں تھی، بلکہ ان کی روش اور طریقہ بالکل جدا

تھا، اس لیے کہ عقائد اور اس کی دلیلیں (سلفیوں کی نظر میں) دینی متون یعنی قرآن وسنت کے علاوہ کسی اور دوسرے ماخذ سے حاصل نہیں کئے جا سکتے ہیں۔

اس بنا پر سلفی حضرات کے یہاں عقل پر ایمان نہیں ہے یعنی دلیل عقلی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے چونکہ وہ لوگ عقل کو گمراہ کن مانتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ شرعی نص اور ان ادلہ پر جن کی نص تائید کرتی ہے ایمان رکھتے ہیں، اس لئے کہ شرعی نص وحی ہے جو پیغمبرؐ پر نازل ہوئی ہے یہ لوگ اس بات پر مصر ہیں کہ یہ عقلی طریقہ اور عقلی علوم اسلام میں بعد میں ایجاد ہوئے ہیں، یقیناً صحابہ اور تابعین کے دور میں نہیں تھے، لہٰذا اگر ہم یہ کہیں کہ عقلی طریقہ اعتقاد کو سمجھنے میں ضروری ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سلف نے عقائد کو صحیح طریقہ سے درک نہیں کیا ہے اور انہوں نے عقائد کے ادلہ کو مکمل طور پر نہیں سمجھا ہے۔ ابن تیمیہ اس کے بارے میں کہتا ہے: کہتے ہیں کہ "رسول خداؐ اور ان کے اصحاب ان آیات کے معانی ومفہوم نہیں سمجھتے تھے جو ان پر نازل ہوتی تھیں"، اس بات کا لازمہ یہ ہے کہ وہ صفات خداوندی کے بارے میں اپنی ہی گفتگو جسے حدیث کہتے ہیں اس کے معانی کو نہیں سمجھتے تھے یعنی وہ لوگ ایسی بات کہتے تھے جس کو خود نہیں جانتے تھے۔

ابن تیمیہ درء تعارض العقل والنقل نامی کتاب میں کہتا ہے:

یہ عمل، یعنی تاویل، ایک جدید اور نیا طریقہ ہے کہ جس پر قدیمی لغتوں کی کتاب میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور زمانہ سلف میں بھی تاویل رائج نہیں تھی اس لئے سلفیوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ [۲۸]

سلفی تکفیریوں کا ظاہر پسندانہ سلسلہ اتنی شدت پسندی اختیار کر گیا کہ جو لوگ قیامت میں خدا کے جسمی رؤیت کے منکر ہیں ان پر اور متکلمین وصوفیوں پر بھی کفر کا الزام لگاتے ہیں۔ [۲۹]

ابن تیمیہ احمد ابن حنبل کی روایت سے استناد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جو متواتر روایات اور اجماعات کی مخالفت کرے وہ کافر ہے جبکہ جمہور سلفیین اس بات کے قائل ہیں کہ خداوند عالم کو قیامت میں آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ [۳۰]

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ ان کو بھی کافر کہتے ہیں جو قیامت میں شفاعت پیغمبرؐ کے منکر ہیں۔ [۳۱] اور ان لوگوں کو بھی کافر کہتے ہیں جو دنیا میں پیغمبرؐ کی شفاعت کے قائل ہیں۔ اور وہ لوگ جو کلام الٰہی کے حادث کے ہونے قائل ہیں یہ ان کے کافر ہونے کو سلف سے بھی زیادہ مشہور اور متواتر جانتے ہیں، [۳۲] اور ان لوگوں کے کفر پر سورۂ مدثر کی آیت نمبر ۱۱ سے آیت نمبر ۲۶ تک کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں کیونکہ خداوند عالم ان افراد کو کافر گردانتا ہے جو لوگ قرآن کو بشر کا کلام جانتے ہیں۔

معاصر سلفی ابن عیثمین بھی اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ ہمارے نظریہ کے مطابق واجب ہے کہ قرآن وسنت کو ان کے ظاہری معانی پر حمل کیا جائے اور ہم اہل تاویل وقرآن میں تحریف کرنے والوں اور اہل تعطیل وتمثیل سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ ۳۳؎

ایک سوال جو یہاں کیا جاتا ہے اور سلفی سلسلہ اس کا جواب دینے سے ہمیشہ عاجز اور بے بس رہا ہے کیونکہ یا تو وہ کسی طرح سے تاویل کا قائل ہو جائے یا یہ کہ تشبیہ وتجسم کے نظریہ کو ماننے پر مجبور ہو جائے وہ سوال یہ ہے کہ وہابیوں کے نظریہ کے مطابق خداوند عالم کے دو ہاتھ اور دو آنکھ اور ایک چہرہ ہے، کیا خدا کے ہاتھ اور آنکھیں لوگوں کی طرح ہیں یا نہیں اور وہ خداوند عالم کی شان کے مطابق ہیں؟ اگر خداوند عالم کے ہاتھ اور آنکھیں لوگوں کی طرح ہیں تو اہل تشبیہ ہو جاؤگے اور اگر اس کے ہاتھ اور آنکھیں اس کی شان کے مطابق ہیں تو اہل تاویل ہو جاؤگے چونکہ انہوں نے آیت کو اس کے ظاہر پر حمل نہیں کیا ہے ایسی آیتوں میں بالکل ایسی کوئی قید ذکر نہیں ہوئی ہے جو اس کی شان کے مناسب ہو تو پھر کیوں آیتوں کو صرف اس کے ظاہری معنی پر حمل نہیں کرتے ہیں؟! اور جو لوگ اس کام کو کرتے ہیں ان کو یہ وہابی تحریف کرنے والا کہتے ہیں۔ ان کے نظریہ کے مطابق صرف سلفی وہابی ہی خداوند عالم کے مقصد ومراد کو سمجھتے ہیں اور بس دوسرا کوئی نہیں! اور ایسی آیات جیسے "لیس کمثلہ شئ" کہ اس کے مثل ہونے کی کسی بھی شکل میں نفی کرتی ہے اور دوسری آیت جیسے کہ "لاتدرکہ الابصار" حقیقت میں ان کے ظاہر پسندی کے عقیدہ کے خلاف ہے: چونکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا قیامت میں دکھائی دے گا، اور اس آیت میں کسی قسم کی کوئی قید وشرط خدا کے دنیا یا آخرت میں نامرئی ہونے پر دلالت نہیں کرتی ہے۔

اس بناپر، سلفی وہابی جہاں ایک طرف آیت کو اس کے ظاہر پر حمل کرتے ہیں تو وہیں دوسری طرف وہ لوگ بغیر کسی عقلی ونقلی دلیل پر توجہ دئے اپنی مرضی سے آیات الٰہی کی من مانی تفسیر کرتے ہیں۔

سلف کے نام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ سلفی تکفیری گروہ اپنے آپ کو شرعی حیثیت دینے کے لیے اس نام (سلف) کا استعمال کرتے ہیں۔ اور جن باتوں پر سلف اعتقاد رکھتے ہیں یہ لوگ اس کے پابند نہیں ہیں، بلکہ سلف سے مراد ان کی صرف وہ لوگ ہیں جو انہی لوگوں کی طرح ظاہر گرا یعنی ظاہر پر عمل کرتے تھے، اس لیئے کہ سلف کی روش قرآن وسنت کے متشابہات کے باب میں تفویض پر منحصر نہیں تھی۔

تاویل کی روش، متاخرین کی ایجاد نہیں ہے بلکہ سلف کے درمیان بھی ایسی پیروی کرنے والے تھے جنہوں نے اہلبیتؑ کو کبھی سلف کی صفت میں شمار نہیں کیا حالانکہ سب جانتے ہیں کہ امام علیؑ سو فیصدی اور امام حسنین علیہما السلام جزء صحابہ اور شیعہ حضرات کے دوسرے آئمہ اہلبیت تابعین یا تبع تابعین میں آتے ہیں اور یہ سب کے سب پہلے کی تین صدیوں کا ہی حصہ ہیں جیسا کہ یہ لوگ مدعی ہیں اس بناپر وہ سلف جو

ان کی نظر میں ہے وہ کوئی خاص گروہ ہے کہ جو ان کی فکروں سے ہم آہنگ ہو، اور یہ بات کسی انصاف پرست محقق پر پوشیدہ نہیں ہے کہ صحابہ کی بھی ایک روش اور ایک نظر نہیں تھی بلکہ وہ لوگ (صحابہ) بھی مختلف نظریوں کے مالک تھے، اس بنیاد پر تابعین کا نظریاتی اختلاف اور روش کا الگ ہونا دین کی معرفت میں مراتب کے اعتبار سے صحابہ سے بھی زیادہ تھا اس بنا پر سلف کی مطلق پیروی کا دعویٰ کرنا غلط ہے۔ اس کا مطلب سلفی تکفیریوں کا اس عنوان (یعنی سلفیت) کو چھیننا اور اپنے اوپر ایک مہر اعتبار لگانا تھا جو کہ ایک ناکام کوشش تھی جس کا کوئی نتیجہ اچھا نہیں نکلا، اس سے بڑھ کر یہ کہ سلف کے درمیان ایک خاص گروہ جیسے خوارج کے علاوہ جبکہ انتہا پسند تکفیری نے کسی اور گروہ کی راہ وروش کو نہیں اپنایا جبکہ اہلبیت کی روش صفات باری تعالیٰ کے بارے میں اثبات و نفی کے حوالہ سے ایک ساتھ ہے یعنی فقط نفی تشبیہ پر اکتفا نہیں کی ہے، بلکہ آیات صفات کے معانی میں تدبر اور غور خوض کیا ہے۔ ۳۴؎

رشید رضا بھی اپنے استاد محمد عبدہ کے نظریہ کی طرح، طریقہ سلف کو تفویض اور روش خلف کو تاویل سے تعبیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ہم خود بھی ابن تیمیہ اور ابن قیم کی اتباع کرتے ہوئے سلف کے طریقہ کو قبول کرتے ہیں حالانکہ رشید رضا خود اس بات کی یاد دہانی کراتے ہیں کہ آئمہ سلف کے درمیان احمد ابن حنبل اور دوسرے افراد کے یہاں آیات معیت کے بارے میں اور اس کے علاوہ دوسری آیات کے بارے میں بھی تاویلی روش پائی جاتی ہے، البتہ عربی زبان کے قاعدوں کے مطابق تفسیر کو تاویل نہیں کہا جاتا ہے بلکہ اس تفسیر کا لازمہ ہے کہ خالق کے بے عیب و منزہ ہونے کے ساتھ ہر جہت سے عالم غیب کو عالم شہادت سے تشبیہ نہ دی جائے۔ ۳۵؎

سلفی وہابی عالم ابن عثیمین سلفی عقائد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ خداوند عالم ذوالجلال والاکرام کی شکل رکھتا ہے، اس کے دو کریمانہ اور کھلے ہوئے ہاتھ، اور دو حقیقی آنکھیں ہیں۔ اس کے بعد اپنی اس بات کی تاکید میں کہتے ہیں کہ اہلسنت کا اجماع ہے کہ خدا کے دو آنکھیں ہیں!؟ اور اس کی تائید رسولؐ خدا کی وہ روایت ہے جو دجال کے بارے میں ہے کہ فرماتے ہیں: دجال نابینا ہے لیکن تمہارا خدا نابینا نہیں ہے اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مومنین انہی ظاہری آنکھوں سے خدا کو روز قیامت دیکھیں گے۔ ۳۶؎

یہ لوگ ان لوگوں کے بارے میں جو لفظ " قبضته " کو اسی آیت میں " وماقدروا الله حق قدره والارض جميعاً قبضته يومَ القيامة والسّماوات مطويّات بيمينه سبحانه وتعالىٰ عمّا يشركون " ۳۷؎ تصرف کے معنی میں لیتے ہیں اس معنی کو اہل تحریف کی تفسیر سے محسوب کرتے ہوئے ذیل میں کہتے ہیں: وہ لوگ اپنے زعم فاسد میں غلط تاویل کرکے یہ چاہتے ہیں کہ تمثیل و تشبیہ سے خدا کو محفوظ رکھیں حالانکہ

ملک وتصرف خدا کے لیے ہمیشہ سے موجود ہے۔

وہ کہتا ہے کہ : وہ چیز جو خدا نے اپنے لئے ، پیغمبرؐ اور سلف امت نے خدا کے لئے ثابت کیا ہے یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ میں ان وہابیوں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ لوگ خدا سے زیادہ جانتے ہیں؟ اگر جواب مثبت ہے تو کافر ہوگئے، (اس لئے کہ خدا کا ان سے کم علم ہونا ثابت ہو رہا ہے اور یہ خدا کے لیے عیب ہے جبکہ وہ کائنات میں کسی کا محتاج نہیں) اور اگر جواب منفی ہے، تو کہا جائے گا کہ کیا تم لوگ معانی کے بیان کرنے میں خدا سے زیادہ فصیح تر ہو؟ اگر جواب مثبت ہے تو پھر کافر ہوگئے، و اگر جواب منفی ہے تو دشمنی اختیار کی، اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ خدا نے واضح ترین الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ زمین قیامت کے روز اس کے ہاتھوں میں ہوگی، اور رسول اکرمؐ نے اپنی انگلیوں کے درمیان قلم پکڑ کر آیت کے مطابق اس کا اقرار کر لیا ہے۔

ان لوگوں (وہابیوں) سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا تم لوگ پیغمبر سے زیادہ امت کے خیر خواہ ہو؟ جواب میں کہیں گے نہیں؟ تو پھر ہم گنہگار نہیں ہیں، گنہگار تو وہ شخص ہے جو کلام خدا کی تاویل کرتا ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ حدیث کے مطابق خدا نہ صرف یہ کہ ہاتھ ہے بلکہ اس کے انگشت بھی ہے! ؟ حقیقی انگلیاں جیسے ہاتھ ہیں۔

اس بنا پر " علی اصبع " سے مراد، خدا کے تصرف میں سہولت نہیں ہے بلکہ یہ اہل تحریف کی خطا ہے۔ اہلسنت والجماعۃ کی روش اس طرح کی آیتوں کے بارے میں یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ تاویل جائز نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ ان صفات خداوندی کو انہی کے رائج عربی معنوں میں استعمال وقبول کریں، اس لیے کہ خداوند عالم نے اپنے پیغمبر اور دوسرے مومنین کو عربی زبان ہی میں مخاطب قرار دیا ہے لہٰذا صفات کے عربی معانی کو ہم قبول کرتے ہیں لیکن ان معانی کی کیفیت کو معین نہیں کرتے ہیں اور یا ان معانی کو مخلوق کی صفات کے ساتھ تشبیہ یا تمثیل بیان کریں اس بنا پر، وہ لوگ جو صفات ساق اور ید یا دوسری صفات کی تاویل کرتے ہیں در حقیقت وہ لوگ باطل گفتگو اور بے بنیاد باتوں کی پیروی کرتے ہیں اور اپنی ان باتوں پر خدا اور رسولؐ کی طرف سے کسی طرح کی کوئی تائید بھی نہیں رکھتے ہیں ۳۸۔ قرآن نے خود اپنے معارف کو سمجھانے کے لیے کسی خاص روش کو نہیں اپنایا ہے بلکہ اس نے وہی اسلوب وطریقہ اختیار کیا ہے جو عرب ایک دوسرے کے تفہیم مطالب میں اختیار کرتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ ایک فصیح عرب اپنے محاوروں میں فصاحت وبلاغت اور علم بدیع کے تمام نکات کا استعمال کرتا ہے تو پھر قرآن اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہے وہ تو حقیقت میں ایک الٰہی معجزہ کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے، مثلاً کلمہَ "ید" کیا سلف کی پیروی کا مطلب اور سلفی ہونا کہ ہمیشہ وہابی جس پر افتخار کرتے ہیں یہی ہے کہ صرف ایک چیز

میں ان کی پیروی کریں اور دوسرے موارد کو ان دیکھی کردیں۔ ۳۹

عربی زبان دوسری زبانوں کی طرح استعاری، کنائی و مجازی تعبیروں سے بھری ہوئی ہے جب ایک فصیح عرب اپنے محاوروں، فصاحت و بلاغت اور علم بدیع کے تمام نکات سے استفادہ کرتا ہے تو پھر قرآن نے بھی اپنے آپ کو اس قانون سے الگ نہیں رکھا ہے بلکہ قرآن کریم نے اپنے روشن و واضح بیان کی بنیاد پر: "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم۔۔۔ "۴۰ اپنے مقاصد و مطالب کو اسی متعارف زبان اور عربی معیار کے مطابق لوگوں تک پہنچایا ہے، منجملہ عربی زبان کی بہت مشہور و معروف کنائی تعبیروں میں سے ایک تعبیر ہاتھ، اور قبضہ جس کے معانی طاقت اور بخشش (عطا) یا اس کی مانند ہے۔

اسی بنیاد پر (ید) ہاتھ کی تفسیر، قرآنی لحاظ سے، ہاتھ اور اس کے متناسب معانی میں کرنا تاویل شمار نہیں ہوتا ہے، نمونہ کے طورپر سورۂ اسراء آیت نمبر ۲۹ میں "بسط ید" سے مراد وسیع پیمانے پر بخشش اور" غل ید" سے بخشش سے امتناع وانکار اور بخل روک لینا مراد ہے، اور اکثر مفسرین کا بھی اس پر اتفاق ہے، اس بناپر یہ کہا جاسکتا ہے کہ " ید اللہ مغلولۃ" سے مراد بھی اس آیت میں ! قالت الیھود ید اللہ مغلولۃ غلت ایدیھم ولعنوا بما قالوا بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء "انفاق سے روک تھام اور بخل کرنا ہے، اور "بسط ید" سے بخشش و عطا مراد ہے۔ اس کے علاوہ عبارت کا آخری حصہ "ینفق کیف یشاء" بھی ہماری زیر بحث گفتگو سے مناسبت اور تعلق رکھتا ہے کیونکہ یہ قرینہ ہے جو خداوند عالم کے کرم وبخشش پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ زمخشری نے کہا ہے آیت میں ید کا "غل" و "بسط" (یعنی ہاتھ کا تنگ اور کھلا ہونا) ثابت کرنا منظور نہیں ہے بلکہ بخل وبخشش کی طرف توجہ دلانا ہے، ۴۱ اسی طرح اس آیت کریمہ میں: یقبضون ایدیھم" ۴۲ " قبض ید" کی تعبیر آئی ہے جس میں منافقوں کے بخل کو بیان کیا ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ " قبض ید" سے مراد انگلیوں کا بند کرنا نہیں ہے بلکہ قبض ید سے مراد راہ خدا میں خرچ کرنے سے بخل و کنجوسی ہے اور اسی کے مد مقابل " بسط ید" (کہ جس سے کمال بخشش مراد ہے) استعمال ہوتا ہے اگرچہ ممکن ہے کہ بعض لوگ ان آیات سے جن میں " بسط ید" کا تذکرہ نہیں آیا ہے تمسک کریں۔

اسی طرح یہ آیات کے بارے میں: "بیدک الخیر انک علی کل شئ قدیر" ۴۳ " وقل من بیدہ ملکوت کل شئ" ۴۴ وان الفضل بید اللہ، ۴۵ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ کلمہ "ید" مطلق استعمال ہوا ہے، لیکن قرآن اس سلسلہ میں خود راہنمائی فرماتا ہے: "او یعفوا الذی بیدہ عقدۃ النکاح "، ۴۶ ظاہر ہے کہ عقد نکاح ایک محسوس گرہ کی طرح نہیں ہے جو کسی کے ہاتھ میں ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ شادی اس کے ہاتھ میں ہے جس کی طرف آیت اشارہ کر رہی ہے۔

" بیدک الخیر" " وبیدک الملک " اور ان جیسی تعبیروں سے مراد یہ ہے کہ ملک وحکم اسی کے اختیار وقدرت میں ہے، اور جہاں پر یہ اشاد ہوا ہے : " قال یا ابلیس مامنعک ان تسجد لما خلقت بیدی: اور "والسّماء بنیناھا بأیدٍ " ۴۷، یہاں پر " ید اور ایدی " قدرت وکمال قدرت کے معنی میں استعمال ہوا ہے چنانچہ ذیل کی آیات اس پر شاہد ہیں: "واذکر عبادنا ابراھیم واسحاق ویعقوب اولی الایدی والابصار"۴۸، یہ واضح ہے کہ قرآن ان موارد میں یہ مطلب نہیں بیان کررہا ہے کہ ابراہیمؑ واسحاقؑ ویعقوبؑ بغیر ہاتھ اور آنکھ کے اندھے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ سے مراد قوت وطاقت اور دیکھنے والے سے مراد ان کی باطنی بصیرت وبینش وعقل ہے جیساکہ قرآن حضرت داؤدؑ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: "واذکر عبدنا داؤد ذاالاید" ۴۹، اسی طرح سے دوسری آیتوں کی بھی تفسیر اور تاویل کی جاسکتی ہے، اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ وہ بات جو ظاہر پرست وہابیوں نے ان آیتوں کی تفسیر میں (جو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں) کہی ہے حقیقت اور سچائی سے کوسوں دور ہے، اور ان وہابیوں کا اہل توحید وتنزیہ سے اختلاف کی وجہ بھی نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح، " حمل قبضۃ" یمین واصبع کو اعضاء جوارح معانی میں لینا صحیح نہیں ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جیساکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ سلفی وہابی آیات کے ظاہری معنی سے استدلال بھی کرتے ہیں لیکن تاویل کو نہیں قبول کرتے ہیں حالانکہ انہی وہابیوں نے بہت سے موارد میں تاویل کو تسلیم کیا ہے تو پھر یہ وہابی کیسے بعض جگہوں پر تاویل کے قائل ہوگئے ہیں اور بعض جگہوں پر جمود الفاظ پر تاکید کرتے ہیں یعنی تاویل کے قائل نہیں ہیں؟!

قرآن کے بارے میں خود ہی انصاف اور من مانی تفسیر کرنا:

قرآنی آیات کی تفسیر بالرای کرنا بہت ہی خطرناک روش ہے روایات میں اس سے روکا گیا ہے اور یہ ایک ایسا خطرہ ہے کہ جس سے ابتدائے اسلام ہی میں روکا گیا تھا خود پیغمبر اکرمؐ نے اس کے بارے میں آگاہ کیا تھا اور سختی سے منع کیا تھا ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے بارے میں، میں اپنے بعد اپنی امت پر خطرہ محسوس کررہا ہوں وہ تفسیر بالرای ہے"، یعنی رسول کو اس بات کا خدشہ تھا کہ میری امت میرے بعد قرآن کے سلسلہ میں تفسیر بالرای میں مبتلاء ہوجائے گی۔۵۰، اسی طرح حضور اکرمؐ کا فرمان ہے: من فسرّ القرآن برایہ، (ایک دوسری روایت میں بغیر علم آیا ہے)، فلیتبوّأ مقعدہ من النار۵۱، جو شخص قرآن کی اپنی رائے اور اپنی عقل سے تفسیر کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے،اس لئے تفسیر بالرّای یعنی قرآن کے سلسلہ میں علم لغت کے اصولوں کے عربی ادب اور اہل زبان کی فہم کے برخلاف اور اس کو اپنے تخیل وباطل خیالات اور اپنے ذاتی وگروہی رجحان کے مطابق تفسیر کرنا ہے، تفسیر بارای کی مختلف قسمیں ہیں، منجملہ یہ کہ آیات وروایات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا، یعنی انسان فقط ان آیات کی جستجو میں رہتا ہے

کہ جو اس کے افکار کے مطابق اور جن آیات پر وہ خود فیصلہ کر سکتا ہے، اور وہ دوسری آیتیں جو اس کی فکر سے ہم آہنگ نہیں ہیں یا وہ آیتیں جو دوسری آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں، ان سب کو ان دیکھی کرتا ہے۔

تفسیر بالرای نہ فقط یہ کہ اسلامی روایات واحادیث کے مطابق ممنوع ہے بلکہ عقل وخرد بھی اس کی مذمت کرتی ہے۔اگر اسی پر بنا رکھی جائے کہ ہر انسان اپنے عقائد اور سلیقہ کے مطابق قرآن وسنت (حدیث) کے الفاظ کو بغیر کسی فنی قانون و قواعد کا لحاظ کئے اور علم لغت کے اصولوں کی پرواہ کئے بغیر تفسیر کرنے لگے تو ایسی صورت میں قرآنی آیات وسنت کے سمجھنے میں بہت زیادہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔

اور ایسی صورت میں آیات والفاظ کہ جو انسان کی فکری راہنمائی کرنے کے لئے نازل ہوئیں وہ بھی انسان کی فکری اور دینی انحرافات کی پشت پناہ ہو کر نفاق وپراگندگی کا سبب ہو جائیں گی؟

قرآن اور اس کے مقاصد کو صحیح درک کرنا اسی وقت ممکن ہوگا جب انسان خود منصفی میں نہ جکڑا ہوا ہو، اس لیے کہ قرآنی آیات کے بارے میں خود منصفی کرنا تفسیر بالرّای کا سبب بنتا ہے، دوسرے بیان میں یوں عرض کیا جائے کہ اپنی ذاتی رائے اور اپنے فرضیہ کو قرآنی آیتوں پر تھوپنا یہ بھی تفسیر بالرّای کا ایک مصداق ہے اس لیے کہ ایسے موارد میں انسان در حقیقت خداوند عالم کے مقصود ومراد کو حاصل کرنے کا درپے نہیں ہوتا ہے بلکہ اپنی مراد اور اپنا مقصد پانے کے لیے قرآنی آیات کا سہارا لیتا ہے، اس بنیاد پر مفسرین قرآن کو چاہئے کہ اپنی ذاتی فکر وعقائد اور اپنے میلان طبع کو کلام خدا پر مسلط نہ کریں، اگر مفسر اپنے خاص مذہبی اعتقاد کو یا ایسے علمی نظریہ کو کہ جو اپنا اس کا خاص پسندیدہ ہے قرآن کی کسی آیت پر حمل کرے اور یہ کوشش کرے کہ ان نظریات کو لفظی شہادت و موافقت کے بغیر کسی آیت سے تطبیق دے تو یہ تفسیر معتبر نہیں سمجھی جائے گی۔

قرآن وسنت کی تعلیم ہی کو سمجھنے کے لئے عربی ادب میں قواعد و ضوابط موجود ہیں بلکہ ہر زبان کے معین قواعد وضوابط کی رعایت کرتے ہوئے ہی عبارات وکلمات کے معنی کئے جاتے ہیں، فقط اسی صورت میں ان الفاظ کے حقیقی معنی اور ادبی قواعد سے عدول اور ان کے مجازی معنیٰ پر حمل کیا جاسکتا ہے کہ کوئی واضح عقلی قرینہ یا دوسری دلیلیں وہاں پر موجود ہوں۔

ایک سلفی مورخ نے اپنی کتاب " علم تفسیر میں محمد بن "عبد الوہاب کی" تفسیری روش سے واقفیت "کے ضمن میں تفسیر بالرای کی مذمت کرتے ہوئے محمد ابن عبد الوہاب کے تفسیری سلسلہ کو تفسیر بالرّای کی پسندیدہ قسم شمار کیا ہے۔۵۲ حالانکہ کہ کسی بھی قسم کی تفسیر بالرّای میں مردود ہے، البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ تفسیر بالرّای اور تفسیر میں باضابطہ عقلی اجتہاد دونوں میں بہت فرق ہے، کیونکہ دسری صورت کو تفسیر بالرّای نہیں کہہ سکتے، قرآنی آیات واحادیث نبوی کے سمجھنے میں عقلی

قرآئن سے مدد لینا ایک عقلائی طریقہ ہے اسے اپنے علم ودانش اور فرضیوں کو آیات و روایات پر مسلط کرنا نہیں کہتے۔

ابن تیمیہ جو کہ وہابی فکر و عقیدہ کا بانی ہے، اپنے ان باطل نظریوں کی بنیاد پر کہ "شیعہ ایک منحرف اور بدعت گذار فرقہ ہے"، ہر ان چیزوں کو جو شیعہ عقائد سے تعلق رکھتی ہیں چاہے وہ قرآن کریم کی صریحی آیات کا مضمون اور معتبر روایات ہی کیوں نہ ہوں ان کو غلط اور مخدوش ٹھہراتا ہے۔

اس بارے میں ابن تیمیہ کے سلسلہ میں چندایسی مثالیں پیش خدمت سبب ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ وہ حق وحقیقت کی تلاش و جستجو میں نہیں ہے بلکہ وہ اپنے نظریہ کے اثبات اور مخالفین کے نظریوں کی تردید وتکذیب میں ساری کوششیں بروئے کار لاتا ہے:

ابن تیمیہ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کہ آیۂ مودت میں قربی سے مراد اہلبیتؑ خاص (یعنی علیؑ حسنینؑ، فاطمہؑ) نہیں ہیں ایسی دلیلیں بیان کرتا ہے کہ جو مکمل طور پر سلف صالح کی تفسیر کے مخالف ہیں منجملہ اس کی بیان کردہ دلیلیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ آیۂ مودت سے مربوط احادیث کی تردید

۲۔ سورۂ شوریٰ کو مکی بتانا جبکہ یہ مدنی سورہ ہے۔

۳۔ قربی کی تفسیر میں پیغمبرؐ کے تمام رشتہ داروں کو شامل کرنا۔

۴۔ آیت میں استثناء کو، منقطع قرار دینا جو کہ وعربی قواعد کے اعتبار سے بالکل غلط ہے۔ اسی طرح اور دوسرے دلائل بھی ہیں کہ جن کا علامہ امینی رحمۃ اللہ اور دوسرے محققین نے دندان شکن، متقن اور تفصیلی جواب دیا ہے۔ ۵۳؎

اسی طرح ابن تیمیہ آیۂ تطہیر کی تفسیر میں صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ اس آیت میں حتمی اور ضروری ارادہ مراد نہیں ہے، حالانکہ آیت کے باطنی قرائن وشواہد اس بات کی حکایت کرتے ہیں کہ خداوند عالم کا ارادہ اپنے کچھ بندوں کو پلیدی اور خطا سے محفوظ اور دور رکھنے کی ضمانت و حفاظت کے سلسلہ میں قطعی اور حتمی ہے۔ ۵۴؎ قرآن کی مکمل تفسیر کرنے کے بجائے صرف منتخب آیتوں کی تفسیر کرنے کی وجہ شاید یہی ہو جو ابن تیمیہ نے اپنے خیال سے ظاہر کر دیا ہے اور حقیقت امر تو یہ، ہے کہ وہ قرآنی آیات کی تفسیر کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ اس کا منشا یہ تھا کہ قرآن میں اپنے عقائد کی من مانی اور مخالفین کے نظریوں کی تردید کرے۔ ابن تیمیہ کی دو کتابیں مجموع الفتاویٰ ومنہاج السنۃ ایسے نمونوں سے بھری پڑی ہیں۔ ابن تیمیہ نے دین کے سلسلے میں بہت سارے مختلف آثار وتالیفات نامکمل ومختصر تالیف کئے اس نے تفسیر بھی لکھی ہے لیکن مکمل نہیں ہے یہاں تک کہ ایک موضوع کے بارے میں بھی مکمل تفسیر پیش

نہیں کی، جو کچھ اس نے یادگار چھوڑا ہے وہ فتووں کی شکل میں ہے جس میں وہ اپنے سلفی وہابی موقف کو بیان کرسکا ہے۔اس نے نہ فقط پورے قرآن بلکہ کسی پورے سورے کی بھی تفسیر نہیں کی ہے مگر یہ کہ قرآن کے چھوٹے چھوٹے سورے جیسے سورہ کوثر، توحید، فلق، ناس وغیرہ کی تفسیر کی ہے، البتہ ان چھوٹے چھوٹے سوروں کی تفسیر بھی انتخابی وذوقی ہے کامل نہیں ہے، ابن تیمیہ کی تفسیر جو تفسیر الکبیر کے عنوان سے مشہور ہے وہ بھی ان آیات کی تفسیر ہے کہ جو اس کے فتاویٰ کے ضمن میں یا کسی خاص اغراض کے تحت ہیں، جسے لوگوں نے تفسیری شکل میں پیش کیا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ آیات جو ابن تیمیہ کی عنایت کا مرکز اور ایک خاص غرض سے انتخاب ہوئی ہیں ان کو دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے:

پہلا حصہ: وہ آیات ہیں کہ جن میں صفات خدا کا ذکر ہے، جنہیں ابن تیمیہ نے معتزلہ، شیعہ، جہمیہ، ماتریدیہ کے نظریات سے مقابلہ اور موازنہ کے کی غرض سے ہے۔

دوسرا حصہ، ان آیتوں سے متعلق ہے جن کو ابن تیمیہ نے صوفیہ اور اس کی اپنی تعبیر میں بدعت گزاروں جیسے اپنے مخالفتوں کی رد میں انتخاب کیا ہے۔ بعض محققین کے بقول ابن تیمیہ نے عجیب ڈھنگ سے قرآن کی آیتوں کی تفسیر کو ان دو جہتوں اور حصوں میں بانٹا ہے۔۵۶

جس طرح سے قرآن کے الفاظ پر تعطل و جمود طاری کرنا اور معتبر عقلی و نقلی قرائن پر توجہ نہ کرنا ایک قسم کے انحراف میں شمار ہوتا ہے اسی طرح بغیر کسی شک و تردید، آیات کی انتخابی تفسیر اور مفسّر آیتوں پر توجہ نہ دینا تفسیر بالرّای کا کھلا مصداق ہے۔

سلفیوں کے اعتبار سے غلط تفسیر بالرّای وہ تفسیر ہے جو مفسر کے فاسد عقیدہ کی بنیاد پر تفسیر ہو، مثال کے طور پر، رافضیوں کی تفسیروں کی کتابیں اسی طرح معتزلہ، خوارج، صوفیہ واشاعرہ، ماتریدیہ واباضیہ وغیرہ، کی تفسیریں اسی طرح عصر حاضر کی تبلیغی کتابیں جیسے تفسیر سید قطب شعراوی و علمی تفسیر کی کتابیں، اور اسکے جیسی کتابیں، یہ بات بدیہی وواضح ہے، کہ قرآن مجید کی اپنی مرضی بغیر نفس اور خواہشات گمراہ کن طریقوں سے تفسیر کرنا تفسیر بدون علم ہے (سورہ اعراف، آیت ۳۳) ۵۷

اسی وجہ سے مفسر قرآن کے لیے صحیح عقیدہ ہونا، احادیث کی روش پر عمل اور بدعت وخرافات سے پرہیز واجتناب ضروری شرطوں میں سے ہے۔ اس مقالہ میں ہم سلفی تکفیری کے بزرگوں کی تفسیروں کے چند نمونوں کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ جن میں انہوں نے شخصی وانتخابی آیات وروایات کے بارے میں تحریر کیا ہے۔

ابن تیمیہ آیات وروایات سے غلط ونادرست مطلب نکالنے کی بنیاد پر عورتوں کو مردوں کا غلام

وخدمت گزار شمار کرتا ہے اور اپنی اس ذاتی رائے کو قرآن وحدیث نبوی کی طرف منسوب کرتا ہے، ابن تیمیہ اس مسئلہ کو کہ آیا عورت کا شوہر کے گھر خدمت کرنا واجب ہے یا نہیں؟ بیان کرکے کہتا ہے کہ شوہر کے گھر میں عورت کا خدمت کرنا بعض علماء کی نظر میں واجب نہیں ہے، بعض حضرات کا یہ نظریہ ضعیف ہے، بلکہ صحیح نظریہ یہ ہے کہ عورت کا شوہر، کے گھر میں خدمت کرنا اور کام کرنا واجب ہے کیونکہ قرآنی آیات کے مطابق شوہر زوجہ کا حاکم اور سردار ہے اور سنت واحادیث کے مطابق عورت مرد کی کنیز ونوکر ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ کنیز ونوکر پر کام کرنا اور خدمت کرنا واجب ہے۔-۵۸

ابن عثیمین، ابن تیمیہ کے سلفی مکتب کا شاگرد انہی مطالب کو قرآن کی دوسری آیتوں سے استناد کرتے ہوئے بیان کرتا ہے: کہ یہ جو بعض لوگوں کے درمیان کلمہ "سیدہ" عورتوں کے لئے بولا جاتا ہے یہ ایک طرح سے حقیقت کو الٹا بیان کرنا ہے اس لیے کہ سید وسردار مرد ہوتے ہیں نہ کہ عورتیں کیونکہ خدا کا ارشاد ہے: "والفیا سیدھا لدی الباب" و" الرجال قوامون علی النساء" پیغمبرؐ نے بھی عورتوں کو مردوں کی کنیز کے عنوان سے شمار کیا ہے، "النساء عوان عندکم" اور مردوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی اہل وعیال ورعایا کا حاکم ہے "راع فی اھلہ ومسؤول عن رعیتہ" اس بنا پر عورتوں کے لئے لفظ "سیدہ" کا اطلاق نہیں ہونا چاہئے، مرد آقا وسردار وسید ہیں اور عورتیں مردوں کی کنیز واسیر ہیں۔-۵۹

ہمارا سوال سلفی تکفیریوں سے یہ ہے کہ اگر آپ حضرات سنت نبوی کے پابند ہیں تو سنت نبوی اور آنحضرتؐ کی زبان میں، فاطمہ زہراؑ، کا تمام عالمین کی عورتوں کی سردار کے عنوان سے تعارف ہوا ہے اور قرآن کریم کی زبان میں، لفظ سید کو "عبد" کے مقابلہ میں استعمال نہیں کیا گیا ہے قرآن میں آزاد کے لئے "حر" اور غلام مرد کے لئے "عبد" ۶۰ اور کنیز عورت کے لئے "امہ" کی تعبیر آئی ہے اس سے بھی بڑھکر، روایات نبوی میں "سید" کی تعبیر مرد اور "سیدہ" عورتوں کے لیے کثرت سے استعمال ہوئی ہے۔-۶۱ "سیدہ" کی تعبیر عورتوں کے لیے بالخصوص حضرت فاطمہ زہرائے اطہرؑ اور سید کی تعبیر حضرات امام حسنینؑ کے لیے کثرت کے ساتھ اہلسنت کی کتابوں میں استعمال ہوئی ہے۔-۶۲

اسی لئے بار بار کہا جارہا ہے کہ تکفیری سلفی گروہ، قرآن کی آیتوں کی اپنی مرضی کے مطابق تفسیر کرتا ہے، بنیادی طور پر یہ باطل فکر کہ "عورت کنیز اور اسیر ونوکر وخدمت کار ہے" زمانہ جاہلیت کی فکر ہے کہ اسلام نے اس جاہلانہ فکر کا سختی سے مقابلہ کیا ہے قرآن کریم ان عورتوں کے نام بھی پیش کرتا ہے کہ جو تمام عورتوں اور مردوں کے لیے نمونہ اور مثال ہیں: سورہ تحریم، آیت ۱۱۔

صلاح الدین صفدی کہتے ہیں میں نے ابن تیمیہ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا: " ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا فلما تغشّاھا حملت حملاً خفیفا

فمرّت بہ فلما اثقلت دعوا اللہ ربھما لئن اتیتنا صالحاًلنکوننّ من الشاکرین" ۶۳، تو انہوں نے وہی اہلسنت مفسروں کا نظریہ دہرایا کہ وہ روایت کرتے ہیں، حضرت آدمؑ وحواؑ نے اپنے بچوں کے نام رکھنے میں خدا کا مثل قرار دیا اہلسنت مفسرین کے نظریہ کے مطابق اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب آدمؑ وحواؑ کے کافی دنوں تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اسی اثناء جب ان کی ملاقات شیطان سے ہوئی تو شکوہ کرنا شروع کر دیا اس پر شیطان نے کہا کہ اگر میں اس بارے میں کچھ کروں تو آپ لوگ مجھ سے وعدہ کریں کہ اپنے بچے کا نام میرے نام پر رکھیں گے ،انہوں نے شیطان کا نام پوچھا جواب میں شیطان نے اپنا نام حارث بتایا انہوں نے (آدمؑ وحواؑ) نے ولادت کے بعد اپنے بچے کا نام عبد الحارث رکھا، اہلسنت کی بعض روایتیں یہ کہتی ہیں کہ جب جناب حواؑ حاملہ ہوئیں تو شیطان ان کے پاس دوڑ کر گیا اور کہا تم کو یہ کہاں سے پتہ کہ تمہارا بچہ انسان ہے؟ اس طرح جناب حواؑ کو وسوسہ میں ڈال دیا جناب حواؑ نے قصہ کو جناب آدم کو بتایا دونوں گھبرائے ہوئے تھے کہ کہیں خدا نخواستہ حواؑ کے شکم میں انسان کے بجائے حیوان ہو، ان حالات میں پھر دوبارہ شیطان سے ملاقات کی اور شیطان نے جناب حوا سے کہا: کہ اگر میں خدا سے تقاضہ کروں کہ تمہارا بچہ صحیح وسالم وحشاش بشاش آسانی سے دنیا میں آجائے تو کیا اس صورت میں اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھوگے؟ حضرت حواؑ جو کہ پہلے اس مشورہ سے ناخوش تھیں آخر کار راضی ہوگئیں۔

صفدی کہتا ہے کہ میں نے ابن تیمیہ سے کہا کہ یہ گفتگو مختلف جہات سے باطل ہے۔ ۶۴ پہلی بات تو یہ کہ یہ داستان ایک دوسری جماعت و گروہ کے بارے میں ہے، دوسرے یہ کہ اس آیت میں کہیں بھی ابلیس کا ذکر نہیں آیا ہے، تیسرے یہ کہ خداوند عالم نے جناب آدم کو اسماء کی تعلیم دیدی تھی اور اس طرح سے تو جناب آدم کو ابلیس کا نام جان لینا چاہیے تھا، اور دوسری بات کہ آیت کا آخری ٹکڑا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد بت ہیں نہ کہ شیطان ، اس لیے "ما" ابلیس کے لیے استعمال نہیں ہوتا ہے۔ابن تیمیہ نے جواب دیا: بعض مفسرین کے نظریہ کے مطابق اس سے مراد قصی بن کلاب، پیغمبرؐ کے جد ہیں اس لیے کہ انہوں نے اپنے چار بیٹوں کے نام عبد مناف، عبد العزی، عبد قصی اور عبد الدار رکھے تھے، پس جملہ "یشرکون" میں ضمیر سے مقصود قصی اور ان کی اولاد ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کے لیے ان ناموں کو رکھا تھا۔ میں نے کہا یہ بات بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: "خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منہا زوجہا" یہ صرف جناب آدمؑ کے سلسلہ میں صادق ہے کہ حواؑ کو ان کی پسلی اور انہی کی جنس سے پیدا کیا۔

ابن تیمیہ نے جواب میں کہا: آیت میں "منہا" سے مراد یہ ہے کہ ان کی ہمسر وزوجہ عربی اور قریشی نسل سے ہیں آخر میں صفدی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا ابن تیمیہ سے اب آگے گفتگو کرنا بے سود و

بے فائدہ ہے۔

یہ روایت بے بنیاد معلوم ہوتی ہے چونکہ وہ یہ دلیلیں اور براہین، کہ جن کا انکار نہیں جاسکتا اور وہ ہمارے سامنے بھی ہیں ان کی بنیاد پر پیغمبرؐ ان خدا ہر طرح کی خطا اور گناہ سے محفوظ ہیں اور وہ ہر گز گناہ نہیں کرتے چہ جائیکہ وہ خدا کا مقابل تلاش کریں، یہ نظریہ اہلسنت کے دانشوروں اور علماء کی طرف سے بھی ناقابل قبول ہے، خود ابن تیمیہ کہ جس نے تفسیر قرطبی کو بدعت سے دور وپاک سمجھا ہے، اس کے نظریہ کو بھی آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں ان دیکھا کر دیا ہے، قرطبی کہتا ہے کہ: اس طرح کی احادیث، سنن ترمذی اور غیر ترمذی میں بھی ضعیف ہیں اور یہ اسرائیلیات میں سے ہے کہ جس کی کوئی حقیقت وبنیاد اور حیثیت نہیں ہے اور جو شخص ذرہ برابر بھی درک وفہم اور علم ودانش رکھتا ہے وہ کبھی بھی ایسی احادیث پر بھروسہ ویقین نہیں کرے گا۔۶۵؎

ابن تیمیہ آیۂ " خلق الانسان ضعیفاً" ۶۶؎ کی تفسیر میں لکھتا ہے، انسان کے ضعف کا فلسفہ عورتوں کے سلسلہ میں بے صبری ہے، اور انسان ضعیف پیدا ہوا ہے کیونکہ وہ عورتوں اور شہوت کے مقابلہ میں صبر وتحمل نہیں کرسکتا ہے، ۶۷؎

ابن تیمیہ کے نظریہ کے مطابق سورۂ یوسف کی تیسویں آیت سے استناد کرتے ہوئے کہ "عورتیں خراب کاری وبرائیوں میں زیادہ تر شریک ہیں" ۶۸؎ کیا ان دو آیتوں سے کہ جن کی شان نزول ایک خاص موقع کے لیے ہے ان سے استناد کرکے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ان آیتوں کو تمام عورتوں پر تطبیق کیا جائے۔؟! اس طرح کی تفسیر کرنا تفسیر بالرّای کا صریح مصداق اور بے جا عمومیت ہے۔ ابن تیمیہ، انسان کی حقیقت پر نظر کئے بغیر، آیت کو مردوں کے شہوت کے مقابلہ میں ضعف پر تفسیر کرتا ہے، حالانکہ آیت میں گفتگو انسان کے ضعف سے ہے تو کیا عورتیں انسان نہیں ہیں؟ اگر عورتیں بھی انسانوں میں شامل ہیں تو پھر اس تفسیر کا کیا مطلب ہے؟

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ ابن تیمیہ نے صرف چھوٹے چھوٹے سوروں کی تفسیر وہ بھی انتخابی تفسیر کی ہے سورۂ کوثر بھی انہی سوروں میں سے ہے ابن تیمیہ اسی سورہ کی ابتدا میں کہتا ہے کہ اس سورہ کے معنیٰ کی حقیقت اس کی آخری آیت سے سمجھی جاتی ہے کہ خداوند عالم نے رسولؐ خدا کے دشمن کو ابتر اور خیر واچھائی سے الگ جانا ہے یعنی اس کا نام ونمود اس کے اہل ومال سب فنا ہو جائیں گے، وہ آخرت میں نقصان وخسارہ میں ہے اور دنیاوی زندگی میں کوئی ان کا نام لیوا بھی نہ ہوگا، پھر وہ کہتا ہے کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو چیزیں پیغمبرؐ من جانب اللہ لیکر آئے ان سے دشمنی کے لیے کھڑا ہو گیا ہو۔ لہٰذا ابن تیمیہ اس شخص کے مانند ہے جو سنت واحادیث صفات باری تعالیٰ کو اپنے ذوق وشوق کے مطابق تاویل کرتا ہے۔ ابن تیمیہ

اپنے اس بیان سے ان بہت سے صحابہ اور مسلمان دانشوروں کو " ابتر" بنانا چاہتا ہے جو کہ آیات صفات تشبہ نما کو مقبول معیار و ضوابط کی بنیاد پر تفسیر کرتے ہیں۔ اور مزید کہتا ہے: کہ ابتر کے معنی بغیر نسل وشاخ کے ہیں یعنی وہ شخص جس سے عمل خیر اور نیک کام نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کا آخری آیت سے شروع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ابن تیمیہ قرآن کا مقصود و مراد بیان کرنے کے حق نہیں ہے بلکہ اکثر قرآن وآیات قرآن کو اپنے نظریہ کی تائید یا اپنے دشمنوں کو زیر کرنے میں استعمال کرتا ہے، ابن تیمیہ اس چھوٹے سے سورہ میں اس کی شان نزول کی طرف اشارہ کیے بغیر اور کوثر سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں اشارہ تک بھی نہیں کرتا ہے۔ جب کہ تمام اہل علم مفسروں کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد حضرت فاطمہؑ اور ان کی پاک ذریت ہے۔

وہ مقدمہ میں اسی آخری آیت: "ان شانئک۔۔۔" کے بارے میں گفتگو کرتا ہے اور آیات صفات (باری تعالیٰ) کی تاویل کرنے والوں کو اہل بدعت اور رسول خداؐ کا دشمن شمار کرتا ہے ۶۹۔

ابن تیمیہ، سورۂ کوثر کی تفسیر میں سلف کے دوسرے اقوال کو نقل یا ان کی جانب اشارہ کئے بغیر کہتا ہے کہ کوثر سے مراد "خیر کثیر" ہے، وہی مشہور نہر جو بہشت میں ہے، حالانکہ حضرت فاطمہ زہراؑ اکثر روایات کی بنیاد پر کوثر کا اتم واکمل مصداق ہیں جو پیغمبرؐ کو عطا کیا گیا۔ اہلسنت مفسرین سورۂ کوثر کی شان نزول کے بارے میں کہتے ہیں کہ: ابن عباس، مقاتل، کلبی اور مفسرین عامہ کہتے ہیں کہ عاص بن وائل برابر یہ کہتا تھا: ان محمد ابتر، لاابن لہ یقوم مقامہ بعدہ، فاذامات انقطع ذکرہ واسترحتم منہ، صدی کہتا ہے کہ: خداوند عالم نے (اس سورہ میں) بیان کیا ہے کہ پیغمبرؐ کے دشمن ابتر اور بے اولاد ہیں، ہم تو دیکھتے ہیں کہ ان کفار کی نسل ختم ہو گئی ہے لیکن پیغمبرؐ کی نسل روزانہ کثرت وروز افزوں کی منزل پر ہے الحمد للہ مسلسل نسل پیغمبرؐ بڑھ رہی ہے اور پھل پھول رہی ہے، اور قیامت تک یہ سلسلہ ایسے ہی رہے گا، ۷۰۔ فخر رازی اقوال کے ضمن میں تیسرا قول اس طرح بیان کرتا ہے کہ: "کوثر" سے مراد اولاد پیغمبرؐ ہے، چنانچہ یہ سورہ ان لوگوں کی رد میں نازل ہوا ہے جو پیغمبرؐ کو بے اولاد کہتے تھے۔ اس کے بعد فخر رازی اس طرح وضاحت کرتا ہے کہ پس سورہ کے معانی یہ ہیں کہ خداوند عالم پیغمبرؐ کو ایسی نسل عطا کرے گا جو ہمیشہ اور قیامت تک رہے گی، آپ دیکھئے کہ اولاد اہلبیتؑ کو کتنا قتل کیا گیا لیکن اس کے باوجود دنیا نسل پیغمبرؐ سے پر ہے اور بنی امیہ میں سے کوئی باقی نہیں رہا جو لائق ذکر ہو۔ ۷۱۔

گذشتہ بحث کی بنیاد پر اس سورۂ مبارکہ کا پیام بہت واضح وروشن ہے کہ خداوند عالم اپنے پیغمبرؐ کو سربلند نسل عطا فرمائے گا کہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔ اور جیسا کہ ہم تاریخ میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ خاندان وحی و رسالت کو اسلام وانسانی اقدار کے دفاع کے جرم میں مسلسل قتل کئے جانے کے باوجود جہان،

نسل پیغمبر سے بھرا ہوا ہے اور یہ لوگ اسلام اور دنیا کے آسمان وبلندی پر جگمگا رہے ہیں۔ جبکہ دل میں کینہ، بغض وحسد اور پیغمبرؐ کا برا سوچنے والے بنی امیہ جیسے دشمن میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ یہ بات لائق ذکر بھی ہے جیسا کہ بزرگ مفسرین نے کہا ہے کہ "ان شانئک هو الابتر" واضح ترین قرینہ ودلیل ہے کہ "کوثر" سے مراد حضرت فاطمہ زہرائے اطہرؑ ہیں، اس لئے کہ "ابتر" کے مقابلہ میں "کوثر" کے بہترین معنیٰ بے شمار اولاد ہے، کہ طول تاریخ میں خیر کثیر کا مصداق کامل ہیں رسولؐ کی رسالت، اولاد فاطمہؑ اور ان کے اوصیاء کے ذریعہ دنیا میں باقی ہے اور باقی رہے گی، سلفی وہابی تکفیری گروہ ان جگہوں پر جہاں اہلبیتؑ کی فضیلت کے بارے میں حدیثیں ذکر ہوئی ہیں ان سب کو تو ختم نہیں کر سکا مگر ان کی معنوی تحریف کے لئے حتی المقدور اقدام کیا اور ان کے معانی کو الٹ پھیر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

سلفی وتکفیری گروہ کا سرغنہ وسردار ابن عثیمین اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتا ہے، مشہور صحابی خلفائے راشدین ہیں، مگر یہ کہ پہلے تین خلفاء کو امور خلافت میں مشغول ہونے اور کثرت مفسرین کی وجہ سے، کسی چیز یا حدیث کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی اس لئے ان خلفاء سے بہت کم حدیثیں نقل ہوئی ہیں اس کے بعد حضرت علیؑ کی عظمت بیان کرتے ہوئے مشہور ومعروف "حدیث منزلت" اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی ،۲۷ سے استناد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو کبھی بھی اپنا جانشین نہیں بنایا مگر جنگ تبوک کے موقع پر ان کو اپنے اہل وعیال پر اپنا جانشین بنایا؛ ۲۸ جبکہ کوئی بھی دانا وسمجھدار جب اس حدیث کی طرف متوجہ ہوگا تو بآسانی سمجھ جائے گا اس روایت کی یہ تفسیر ہرگز اس روایت کے ذیل سے سازگاری نہیں رکھتی ہے کہ جس میں ارشاد ہوتا ہے" الا انه لانبی بعدی" یہ فقرہ حضرت علیؑ کی نبوت کے علاوہ مکمل اور عمومی جانشینی پر واضح دلیل ہے۔

سلفیت، کتاب وسنت فہمی میں اپنے دعوے کی بنا پر سلف کی پیروی کرتے ہوئے انتخابی طور پر عمل کرتا ہے سلفیوں کا استاد وشیخ، ابن تیمیہ آیات کی تفسیر میں ہر نظریہ کو یہاں تک کہ اپنے مخالف نظریہ کو بھی ضعیف مانتا ہے۔

ابن تیمیہ اس آیہ: بلیٰ من کسب سیّئةً واحاطت به خطیئته فاولٓئک اصحاب النّار هم فیها خالدون ۲۹ کی تفسیر میں رقمطراز ہے کہ سلفی نظریہ کے مطابق اس آیت میں " سیئہ " سے مراد شرک ہے، البتہ بعض دوسروں کے نظریہ کے مطابق جیسے عکرمہ، ربیع بن خشیم کے نزدیک " سیّۂ " سے مراد گناہ کبیرہ اور آیت میں لفظ "احاطہ" سے مراد، آخر عمر تک بغیر کسی توبہ کے گناہ کبیرہ پر اصرار کرنا ہے اور مجاہد سے نقل کرتا ہے کہ اس سے وہ گناہ مراد ہیں کہ جو انسان کے دل میں جگہ بنا لیتے ہیں اور اسی

سے ملتا جلتا نظریہ کلبی کا بھی ہے، وہ تصریح کرتا ہے کہ اس طرح کے موارد میں تمام سلف کے اقوال یہاں تک کہ ضعیف قول بھی نقل ہوا ہے اور یہ روش متأخرین کے اقوال کو ذکر کرنے سے بہتر ہے۔اس بنیاد پر سلف کے (اقوال جو کہ اہل بدعت کے قول کے مطابق ہیں)، ذکر ہوتے ہیں لیکن اس کی وجہ ضعف بھی بیان ہوتی ہے۔۷۵

اس آیہ: وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربہاناظرہ" ۷۶ کی تفسیر میں مجاہد جیسے سلف سے نقل ہوا ہے کہ اس سے مراد، ثواب الٰہی پر نگاہ کا مرکوز ہونا ہے۷۷ اسی کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جو شخص احادیث کے برخلاف بولے گا وہ اس شخص کے مانند ہے کہ جو کہتا ہے خدا کو دیکھا نہیں جاسکتا ہے اور جب اس سے یہ چاہا جائے کہ اپنی اس بات سے توبہ کرے اور اگر توبہ نہ کرے تو اس کا قتل واجب ہے۔ ۷۸

ابن عثیمین تمام صحابہ کے بارے میں اپنے عقیدہ کی اس طرح وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: قرآن کے بعد صحابہ اور پیغمبرؐ کے اقوال تفسیر آیات کے سمجھنے میں مرجع اور بنیاد ہیں، اس لیے کہ قرآن ان کی زبان اور ان کے ہی زمانہ میں نازل ہوا اور سب سے اہم یہ کہ تمام اصحاب حقیقت کو تلاش کرنے میں انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے سچے ہیں۔ جبکہ یہ بات واضح ہے اور وہ خود بھی جانتا ہے کہ اصحاب پیغمبرؐ میں خالد بن ولید، ولید بن عقبہ، وغیرہ جیسے افراد بھی موجود تھے۔اسی لئے اس کی یہ گفتگو تمام صحابہ کی برابری سے ہٹکر انتہا پسندی پر حمل کی جائے گی۔۷۹

ابن عثیمین اپنے ظاہر پسندانہ طریقہ کے جواز کے لئے اسرائیلیات کو تین حصوں پر تقسیم کرتے ہوئے، کہتا ہے: (۱)ان میں سے کچھ تو برحق ہیں کہ جن کی اسلام بھی تائید کرتا ہے (۲)اور بعض مسترد ہیں(۳)اور بعض کو نہ تائید حاصل ہے، اور نہ ہی مسترد ہیں کہ جس کا لازمہ اس طرح کی روایات میں توقف ہے۔

قابل توجہ یہ کہ وہ روایت جو نمونہ کے طور پر قسم اول کے لیے ذکر کرتا ہے وہ وہی روایت ہے کہ جو جسم باری تعالیٰ کو واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ بخاری اور غیر بخاری نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود کہتا ہے ایک یہودی عالم رسول خدا کی خدمت میں آکر عرض کرنے لگا اے محمدؐ! ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زیتون کو دوسری انگلی پر، درختوں کو ایک دوسری انگلی پر، پانی اور مٹی کو ایک دوسری انگلی پر اور دوسری مخلوق کو دیگر انگلی پر اٹھا کر کہتا ہے میں بادشاہوں۔ پیغمبر اکرمؐ اس روایت کو سنکر ایسے ہنسے کہ ان کے داندان مبارک نمودار ہوگئے ۸۲ یہ اس بات کی علامت تھی کہ آپ نے اس یہودی عالم کی تصدیق کردی ہے اور پھر سورۂ زمر کی آیت نمبر ۶۷" وما قدروا اللہ حق قدرہ

والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیامہ والسّماوات مطویّات بیمینہ سبحانہ وتعالیٰ عمّا یشرکون"۔۸۳؎

سلفی سلسلہ و تکفیری گروہ اپنی باتوں کی تائید میں اسرائیلی روایات کے استعمال سے بھی گریز نہیں کرتے، اگرچہ وہ لوگ یہ بھول گئے ہیں آخر میں ایسی روایات کا ذکر کرتے ہیں جو مسلمانوں کو اسرائیلیات پر کان دھرنے سے روکتی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کر دی ہے۔۸۴؎

صحابہ کے ان ہی اقوال کو، ابن عثیمین لیتے اور قبول کرتے ہیں جو ان کے نظریہ سے ہماہنگ ہوتے ہیں اور جو ان کے نظریہ کے مخالف ہوں ان کو ٹھکرادیتے ہیں، چاہے طبری جیسے مورخ نے ہی ان اقوال صحابہ کو نقل کیا ہو اور ابن تیمیہ جیسے سلفی عالم نے ان اقوال کی تائید و توصیف بھی کی ہو۔ نمونہ کے طور پر آیۂ ولایت کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے، ابن عثیمین آیۂ ولایت کے بارے میں لکھتا ہے، بعض جھوٹی حدیث گڑھنے والے محدثین نے جھوٹی حدیث گڑھ کر کہا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت علیؑ نے اپنی انگوٹھی حالت نماز میں فقیر کو بخشی، جبکہ یہ کچھ کے علاوہ باقی تمام علمائے حدیث کے اتفاق واجماع سے جھوٹی ہے، یعنی کچھ کے علاوہ تمام علمائے حدیث کا اتفاق واجماع ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔

اس کے بعد کہتا ہے کہ تمام ماہر علمائے درایت اور حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت علیؑ کی شان میں نازل نہیں ہوئی ہے اور علیؑ نے کبھی بھی حالت نماز میں فقیر کو اپنی انگوٹھی نہیں بخشی ہے۔ جبکہ اہلسنت کے بزرگ محدثین و مفسرین کی ایک بڑی تعداد جن میں طبری، ابن ابی حاتم، ابن کثیر وغیرہ شامل ہیں نقل کیا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی خیرات کی تو اسی وقت آیۂ ولایت نازل ہوئی۔

جمہور اہلسنت کے نظریہ کی بنیاد پر کہ "ابن تیمیہ بھی اظہار نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ اس بات کا قائل ہے عرب دوسری قوموں پر برتری وفضیلت رکھتے ہیں"، کہ جیسے اہلبیتؑ پیغمبر لوگوں پر فوقیت و وجاہت رکھتے ہیں اسی طرح سے عرب بھی محبت ومودت کا مستحق ہے اور کوئی بھی بنی نوع انسان عرب کے علاوہ اس لائق نہیں ہے؟! اور بعض متکلمین جیسے قاضی ابو بکر بن طیب اس کے قائل ہیں کہ "بنی نوع اانسان کسی دوسرے پر برتری نہیں رکھتا" یہ قول ضعیف اور اہل بدعت کا قول ہے۔۸۵؎ اور صرف اس وجہ سے کہ پیامبر اکرمؐ عرب نسل سے تھے یہ عرب نسل کی دوسروں برتری کی دلیل نہیں ہے۔

ابن تیمیہ کو نسلی تعصب اس حدتک لے گیا کہ اس نے ابن سینا جیسے ایرانی بزرگ مسلمان فلسفی کو احمق کہہ ڈالا: "ثم یقال لہذا الاحمق (ابن سینا) لا ریب ان کل امۃ فیھا ذکی بلید بالنسبۃ الیھا لکن ھل رأی فی اجناس الامم امۃ اذکی من العرب؟؟ ۸۶؎

اہل بیت پیامبرؐ کی محبت و مودت قرآن کی آیات و روایات نبویؐ سے ثابت ہے لیکن عربی لوگوں کی محبت و مودت محض عربی ہونے کے اعتبار سے کس آیت و روایت کی بنیاد پر ہے " قل لّا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ، ومن یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا ان اللہ غفور شکور"۸۷ شیعہ باوثوق دلائل کے ساتھ مدعی ہیں کہ آیہ قربیٰ (شوریٰ، آیت ۲۳) صریحاً پیغمبرؐ کے قرابتداروں سے نیکی کے بارے میں نازل ہوئی ہے مشہور و معروف حدیث کہ جس کو شیعہ و سنی دونوں نے نقل کیا ہے، احمد بن حنبل اپنی مسند میں اور دوسرے افراد ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ: جب آیۂ مودت، قل لّا اسئلکم علیہ اجراً الا المودّۃ فی القربیٰ " نازل ہوئی تو لوگوں نے رسولؐ اکرم سے دریافت کیا کہ اے پیامبرؐ، خدا نے آپ کے جن قرابتداروں کی محبت و مودت ہم پر واجب کی ہے وہ کون لوگ ہیں؟ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: "علیؑ فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ" ہیں۔۸۸

اس لئے یہ قول کہ آیۂ مودت اہلبیتؑ عصمت و طہارت کے بارے میں نازل ہوئی ہے صرف شیعہ حضرات سے مخصوص نہیں ہے بلکہ بہت سارے علمائے اہل سنت نے بھی "مودۃ فی القربیٰ" کے معنیٰ و مصداق کو پنجتن آلؑ عبا ہی بتایا ہے۔

ابن تیمیہ تو ہر جگہ تاکید کرتا ہے کہ قرآن کی تفسیر کی بہترین روش خود قرآن ہے اور انصاف کا معیار وملاک بھی قرآن ہی ہے تو پھر وہ کس آیت کی بنیاد پر عرب نسل کو برتر بتاتے ہیں؟! قرآن کی نظر سے صرف تقویٰ، انسان کی برتری و فضیلت کا معیار ہے، چاہے وہ عرب ہوں یا عجم" یاایھا النّاس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر" ۸۹

اے لوگو! یقیناً ہم نے تم کو (بنی نوع انسان) ایک مرد اور عورت سے (آدم وحوا) پیدا کیا، اور ہم نے تمہارے چھوٹے بڑے قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو، یقیناً تم میں سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہو، بے شک اللہ بہت جاننے والا اور خبردار ہے بہت سی آیتوں میں صرف محور گفتگو مومنین ہیں اور " یاایھا الّذین آمنوا" کی صورت میں بیان ہوا ہے لیکن جس آیت کے بارے میں ہم بحث و گفتگو کر رہے ہیں اس میں تمام انسانی معاشرے سے خطاب ہے اور وہ اہم ترین اصول جو نظم وضبط کا ضامن ہے اس کو بیان کر رہی ہے اور انسانی اقدار کے واقعی و حقیقی معیار کو غیر حقیقی و غیر واقعی اور جھوٹے معیار کے مقابلہ میں بیان کر رہی ہے، آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ لوگوں کا ایک مرد و عورت سے پیدا کرنے سے مراد آدمؑ وحواؑ کی طرف انسانی نسبت کی بازگشت ہے، اور جب سب ایک ہی نسب سے ہیں تو پھر معنیٰ نہیں رکھتا کہ انسان حسب ونسب اور قبیلہ کے

اعتبار سے ایک دوسرے پر فخر کریں، اور اگر خدا وند عالم نے ہر قبیلہ و گروہ وخاندان کے لیے کچھ خصوصیتیں پیدا کیں ہیں تو وہ لوگوں کے اجتماعی نظم و نسق کے لیے ہیں، کیونکہ یہ فرق پہچان کے لیے ہیں اور افراد کی شناسائی کئے بغیر انسانی معاشرہ میں نظم و نسق حکم فرمانہیں ہوسکتا، چونکہ جب بھی سب ایک جیسے اور یکساں ہوجائیں گے تو انسانی معاشرہ، ایک بہت بڑے خلفشار کا شکار ہوجائے گا۔ لیکن ہماری یہاں گفتگو اہلبیت پیغمبرؐ اور ان کے قرابتداروں کی برتری وفضیلت نسل انسانی کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ گفتگو ان کے احترام واکرام اور مودت و محبت کے بارے میں ہے، قطعاً یہ محکم آیت ہر جگہ اور موقع پر حاکم ہے کہ " معیار وملاک برتری وفضیلت تقویٰ الٰہی ہے اور بس " اور اس معیار سے کوئی استثناء نہیں ہے۔

منابع وماخذ میں تحریف اور ردوبدل

سلفیت سلسلہ کی ایک اور روش یہ ہے کہ جب" وہ تحریف معنوی سے عاجز ہوگئے تو اپنی رائے ونظریہ کو معتبر بنانے کے لئے تحریف لفظی اور اصلی ماخذ میں مختلف طریقوں سے ردوبدل کرنے لگے، جیسے حدیث کو مکمل طور پر حذف کرنا، حدیث کے بعض حصے کو حذف کرکے مبہم کلمات میں تبدیل کردینا جیسے اصل کلمہ کو ہٹاکر" کذا وکذا "رکھدینا، اس تحریف وچور بازاری اور حدیث کو حذف کرنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ آثار اور مستندات جو حقانیت شیعہ کو اجاگر کرتے ہیں منابع ادلیہ میں نہ رہ جائیں ۔اور ان کتابوں اور موارد کو بیان کیلئے ایک مستقل تحقیق کی ضرورت ہے۔اس طرح کے کام سلفی وہابیوں کی کوتاہ فکری اور ان کی تنگ نظر روش کو بیان کرتی ہے، اس بارے میں ہم صرف چند نمونے پیش کرتے ہیں:

الف: مکمل حدیث کو حذف کردینا

آلوسی ،روح المعانی۹۰ میں حدیث سفینہ کو اس طرح سے نقل کرتاہے:"مثل اهل بیتی سفینة نوح، من رکبهانجاومن تخلف عنهاغرق، ۹۱ لیکن اسی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ۹۲ یہ حدیث حذف کردی گئی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ آلوسی نے اس حدیث سفینہ کے بعد ایک دوسری غیر مستند حدیث (اصحابی کالنجوم) کو ذکر کیاہے، لیکن اس سے غافل ہوکر حدیث سفینہ کی شرح کی ہے کہ جو اس بات پر گواہی دیتی ہے کہ حدیث سفینہ کو نامعقول طور پر حذف کردیاگیاہے۔

ان لوگوں سے پہلے سلفیوں کے بزرگ ابن تیمیہ نے یہ طریقہ نہیں اپنایا بلکہ اس نے ایک نئی روش اختیار کی اور وہ یہ کہ اس نے حدیث کو حذف نہیں کیا بلکہ اپنے گمان میں اس نے علمی طریقہ اپنایا اور اتنی مشہور ومعروف حدیث سفینہ بلکہ متواتر بین الفریقین ہی کی سند کو مخدوش بنادیا اور وہ کہتا ہے اس "حدیث سفینہ" کی کوئی سند نہیں ہے، نہ اس حدیث کی کوئی صحیح سند ہے اور نہ حدیثوں کی معتبر کتابوں

میں یہ حدیث درج ہے اگر رات کی تاریکی میں لکڑی جمع کرنے والے وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ اپنی گٹھری میں کیا چیز ڈال رہے ہیں تو وہ جعلی روایتوں کو نقل کرنے میں لگ جاتے ہیں یہ جعلی روایات کا نقل کرنا ان کی سستی میں اضافہ کا باعث ہے ۹۳۔ سچ بتایئے ابن تیمیہ نے جو کہا ہے کہ " رات کی تاریکی میں لکڑی جمع کرنے والے "جو یہ بھی نہیں جانتے کہ کس چیز کو جمع کر رہے ہیں" اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ ۹۴۔ آپ کے خیال میں کن لوگوں نے اس حدیث کو نقل کیا کہ ابن تیمیہ ان لوگوں پر اس طرح حملہ کرتا ہے؟ گویا کہ ابن تیمیہ کے نزدیک حضرت علیؑ کے فضائل کو نقل کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کے بزرگان دین ومذہب اور اس کے ہم نوالہ وہم پیالہ بھی ایسے غیر قابل بخشش گناہ میں مبتلا ہو جائیں تو یہ لوگ بے اعتبار ہو جائیں، اور ان لوگوں کا حدیث نقل کرنا نہ صرف یہ کہ حدیث کو اعتبار نہیں دیتا بلکہ حدیث کو مزید معتبر بنا دیتا ہے۔

اہلسنت کے بہت سے بزرگ محدثین نے اس حدیث نبوی " المہدی من عترتی من ولدفاطمہ " کو صحیح مسلم سے نقل کیا ہے، ابن حجر ہیثمی نے الصواعق المحرقہ ۹۵ میں متقی ہندی نے کنز العمال ۹۶ میں اور قندوزی نے ینابیع المودۃ ۹۷ وغیرہ نے اس حدیث کو کتاب صحیح مسلم سے نقل کیا ہے لیکن آج صحیح مسلم میں اس حدیث کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے اور سلفی وہابیوں کے سلسلہ نے اس قسم کے موارد میں اس حدیث (حدیث سفینہ) چونکہ شیخین کے طریقہ سے نقل نہیں کیا اس لیے اسے ضعیف مانتے ہیں، اور انہی سلفی وہابیوں نے شیعوں کی طرف تحریف قرآن کی نسبت دینے اور ان کو بدنام کرنے کے لیے، شیخ رحمت اللہ ہندی کی کتاب اظہار الحق سے وہ عبارت ہی حذف کر دی ہے، جس میں انہوں نے صاف صاف لکھا ہے کہ: " شیعہ اثنا عشری تحریف قرآن کے معتقد ونہیں ہیں" شیخ رحمت اللہ ہندی اپنی کتاب موسوم بہ اظہار الحق میں عدم تحریف سے متعلق علماء شیعہ اثنا عشری کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ شیعہ اثنا عشری معتقد ہیں کہ قرآن کریم میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے قرآن تحریف سے محفوظ ہے اور جو شخص شیعوں کے حوالہ سے یہ کہے کہ قرآن میں کوئی نقص واقع ہوا ہے تو یہ بات علماء شیعہ اثنا عشری کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے بلکہ مسترد ہے"، یہ صریح عبارت، بعد کے ایڈیشن میں کتاب اظہار الحق سے حذف کر دی گئی ہے ۹۸۔

ب: حدیث کو ٹکڑے کرکے پیش کرنا

سلفیوں کا ایک دوسرا طریقہ حدیث کو ٹکڑے ٹکڑے اور اس میں ہیرا پھیری کرکے پیش کرنا ہے، محمد حسین ہیکل (متوفی ۱۳۷۶ شمسی) اپنی کتاب حیات محمد میں ۹۹۔ واقعہ دعوت ذوالعشیرہ کی صراحت اور آیۂ انذار کی شان نزول اور حدیث " یوم الدار " کے سلسلہ میں لکھتا ہے" وقدامرنی ربی ان ادعوکم

فایکم یوازرنی علی ھذا الامر وان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم؟" لیکن اسی کتاب کے تیرہویں ایڈیشن، مطبوعہ مکتبہ النھضۃ المصریۃ سال ۱۹۶۸ عیسوی سے، اس حدیث کے اصلی حصہ "وان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم" کو حذف کردیا ہے؟

معاصر سلفی ناصر قفاری نے اس روش سے بھرپور استفادہ کیا ہے اس نے نہ صرف احادیث کی بلکہ اپنے مخالفین علماء کی گفتگو کو اپنی مرضی کے مطابق تفسیر کی اور اس طرح سے اپنے مقصد پر استدلال کیا ہے۔۱۰۰

ج: حدیث کے بعض حصے کو بدل دینا،

اہل سنت کے مشہور ومعروف مورخ اور مفسر ابن کثیر حدیث "یوم الانذار" کو طبری سے ان ہی کی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں لیکن جملہ: "علی ان یکون اخی ووصیّی وخلیفتی فیکم فاسمعوا واطیعوا" ۱۰۱ کی جگہ جملہٴ " علی ان یکون اخی وکذا وکذا " کو لکھتے ہیں،۱۰۲ چنانچہ ابن کثیر نے اگراس حدیث کو تاریخ طبری سے نقل کیا ہے تو امانت کی رعایت نہیں کی اوراگراسے تفسیر طبری سے نقل کیا ہے تو یہ سوال پیش آتا ہے کہ کیوں تفسیر طبری کی عبارت کو تاریخ طبری میں جوکہ ایک تاریخی کتاب ہے ترجیح دی گئی؟ اور پھر یہ بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے کہ تفسیر طبری میں یہ عبارت کس شخص نے تبدیل کی اور یہ کام کیوں انجام دیا گیا؟ پیغمبرؐ اکرم نے حقیقت میں کذاوکذا نہیں فرمایا ہے۔

ایک دوسرا نمونہ ملاحظہ ہو، یعقوبی آیہٴ اکمال کی شان نزول کے بارے میں لکھتا ہے" وکان نزولہا یوم النص علی امیرالمومنین ﷺ علی ابن ابیطالب بغدیر خم" ۱۰۳، لیکن تاریخ یعقوبی کے نئے ایڈیشن میں " یوم النص" کی جگہ " یوم النفر" اور" بغدیر خم" کی جگہ غیر مربوط عبارت " ابعد ترحم،۱۰۴" سے ردوبدل کیا گیا ہے!

میکانزم فرافکنی سے فائدہ اٹھانا،

فرافکنی کا مطلب فارسی لغت میں اندرونی اختلاف اور خلفشار کو دوسروں کی طرف نسبت دینا ہے۱۰۵ فارسی ادب میں اس لفظ کو ضرب المثل کہ "کافرسب کو اپنے جیسا گمان کرتا ہے" کے تناظر میں دیکھا ہے۔۔۔اور اصطلاح میں ایسی روش اور طریقہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے افراد یا گروہ اپنے آئیڈیے وافکار اور اپنی خواہشات کو اپنے باہر کے ماحول پر مسلط کرتے ہیں اور روزمرہ کی زندگی میں اس کا مشاہدہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ ایک فرد یا ایک گروہ یہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے غیر مناسب رجحانات اور ناپسندید خیالات کو دوسروں کی طرف نسبت دے، اس طرح سے کہ یہ عیب اور بری خصوصیت صرف دوسرے فرد یا دوسروں میں پائی جاتی ہے۔ نتیجہ میں یہ اپنے آپ کو ہر قسم کے عیب ونقائص سے پاک

وصاف سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو گناہ سے دور ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح سے انسان دوسرے افراد کے بارے میں اپنے معیار اور اپنے حساب سے فیصلہ کرتا ہے، دوسروں پر تنقید اور ان کو ہمیشہ برا بھلا کہنا اور طرح طرح کی تہمتیں اور غیر مناسب خصوصیتیں ان سے منسوب کرنا وغیرہ غالباً جس کا وہ خود شکار ہو کر دوسروں کو نسبت دیتا ہے یہ خود نسبت دینے والے میں موجود ہیں۔ مختصر یہ کہ انسان اس نظام میں دوسرے کی طرف سوالیہ نشان کھڑا کرتا ہے۔

سلفی وہابی، اس نفسیاتی مکانزم سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسروں پر بدعت، دہشت گردی، کفر کے الزامات لگاتا ہے، الزام تراشی صرف عملی میدانوں میں محدود نہیں ہے بلکہ علم و تحقیق کے میدان میں بھی دوسروں پر بدعت، سنت رسول اور صحابہ کا منکر جیسی تہمتیں لگاتے ہیں پھر کیا یہ آسانی سے دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، وسیع پیمانے پر دوسروں کو کافر کہنا، سخت و تندمزاجی سے پیش آنا اور غیر انسانی افعال و کردار سے اپنے مخالفین کے ساتھ سلوک کرنا سنت رسول و صحابہ اور بدعت میں تمیز وجدائی نہ کرنا یہ سب سلفی وہابیوں کی بدعت کا ایک سلسلہ ہے۔

بدعت، کج فکری اور بدعقیدہ نیز ایسے افعال و اعمال کہ جو قرآن کریم اور سنت معتبر پیغمبرؐ کے خلاف ہوں ان سے مقابلہ کرنا یہ ایک مسلم حقیقت ہے جو تمام اسلامی مذاہب میں قابل قبول ہے لیکن یہ کہ کون سی گفتگو یا کون سے اعمال وافعال عقائد حقہ اور واقعی اسلام سے منحرف ہیں، اس کے لیے ایک خاص قسم کے قواعد واصول ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی فرقہ کے خاص اہداف ومقاصد، یا کسی گروہ و یا کسی کی شخصی بات کو بدعت اور کج فکر شمار کریں، مگر سلفی تکفیری ایسا ہی کرتے ہیں، یہ ہر اس شخص یا سلسلہ کو جو ان کے خلاف ہو اس کو منحرف اور بدعت گزار کہتے ہیں اور صرف اتنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کو کافر کی سند بھی دیتے ہیں، درحالیکہ قرآن کریم اور معتبر سنت نبوی سے ہٹکر جو ہو رہا ہے وہ انحراف اور بدعت ہے، نہ یہ کہ افکار صحابہ و تابعین اور ان کے پیروکار ابن تیمیہ وابن قیم، وابن عبدالوہاب جیسے لوگوں سے منحرف ہونا بدعت ہے۔

سنت اور بدعت کے درمیان فرق نہ کرنا، مخالفین کو بدعتی گردانا اور مخالفین کے اعتقادات کا سلفی تکفیریوں کے مطابق نہ ہونے کی بنیاد پر ان کے کفر کو ثابت کرنا پھر ان کے قتل کا حکم اور مسلمانوں کا قتل اور خاک وخون میں غلطاں کرنا، یہ سب سلفی تکفیریوں کی روش ہے۔ دین اسلام میں سلفی یا سلفیہ نام کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ ابن تیمیہ کی بدعتوں اور سلفیت کی خودساختہ اور فرضی اتباع کا دوسرا نام سلفیت یا سلفی مذہب پڑا۔ سلفی تکفیریوں کا یہ گروہ ابن تیمیہ کی اتباع میں مذہب شیعہ اور حضرت علیؑ کی تمام صحابہ پر برتری نیز ان کی خلافت وعصمت کو شیعوں کی بدعتوں میں شمار کرتے ہیں۔[۱۰۶] اسی طرح سلفی معاصر

صالح فوزان لکھتا ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو وجود میں آئی وہ قدریہ و مرجیہ، اور شیعہ و خوارج نامی بدعت ہے جو دوسری صدی ہجری اور اس زمانہ ییں قائم ہوئی " جب بعض صحابہ تھے اور اس (بدعت) کا انکار اور مخالفت کررہے تھے ! ۔۱۰۷؎ سلفی اس حدیث نبوی : "خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمدﷺ وشر الامور محدثاتھا وکل محدثة بدعة ، وکل بدعة ضلالة" سے استناد کرتے ہوئے کہ ۱۰۸؎ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت اور ناجی فرقہ اور دوسرے فرقوں کو جیسے قدریہ خوارج، معتزلہ ، اشاعرہ، رافضہ، جھمیہ، امامیہ سب کو اہل بدعت و گمراہ شمار کرتے ہیں ، ان سے بیزاری کا اعلان اور برائت کرتے ہیں۔۱۰۹؎ بعض سلفی کہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کو کافر نہیں کہتے ہیں جبکہ وہ لوگ ہم کو کافر بتاتے ہیں ۱۱۰؎ البتہ نہ ان کے جنازے پر نماز پڑھنا جائز ہے اور نہ ہی ان کے پیچھے اقتدا کرنا جائز ہے۔ لیکن اہلسنت کہیں پر بھی ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتے ہیں،۱۱۱؎ مگر ابن تیمیہ اور اس کی اتباع کرنے والے اپنے مخالفین کو کافر کہتے ہیں چاہے وہ اہل سنت ہی کیوں نہ ہوں ، ۱۱۲؎ یہ اور دوسرے دسیوں نمونے سلفیوں کی فرافکنی اور باطل افکار کے تحت موجود ہیں، کیونکہ سلفی مذہب خود بدعت کا آشکار نمونہ ہے۔

وسیع پیمانہ پر دوسروں کو کافر کہنا اور بغیر کسی دلیل کے کوئی طریقہ اختیار کرنا، غیر اسلامی ہے لیکن اس فکر کا موجد ابن تیمیہ ہے۔

بنیادی اور اصولی مفاہیم کی بے ضابطگی تفسیر اور اس میں توسیع،

سلفی اصل توحید، نبوت اور قیامت کے عقیدہ پر دوسرے اسلامی مذاہب کے ساتھ ہیں سلفی کا اکثر اختلاف بعض مفاہیم و مطالب اور اسلامی مصادیق کی توسیع میں ہے، سلفی حضرات بعض مفاہیم میں جیسے کفر وشرک وبدعت وغیرہ ۱۱۳؎ ان کے معنیٰ اور مصداق کے وسیع ہونے کے قائل ہیں اور اسی بنیاد پر انہوں نے توحید کی متعدد قسمیں کرڈالی وہ بھی اس طرح جو ان کے نظریہ کے مطابق ہوں، توحید عبادی کے سلسلہ میں مسلمانوں کے درمیان ۱۱۴؎ تھوڑا سا بھی اختلاف نہیں ہے صرف بعض علماء جیسے کہ ابن تیمیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے بہت سے موجودہ اعمال و عقائد توحید عبادی کے منافی ہیں یعنی خالصانہ عبادت کے منافی انجام پارہے ہیں جیسے کہ شفاعت ، یا طلب حاجت اور انبیاء واولیاء سے توسل کرنا، اور پھر یہی افکار بعد میں وہابی مذہب کی شکل اختیار کرگئے، ۱۱۵؎

سلفی وہابی کے مسلک کی بنیاد پر، شرک خفی وشرک جلی دونوں ایک ہیں اس بنا پر غیر خدا سے کوئی ایسی چیز طلب کرنا کہ جس کو انجام دینے کی قدرت وطاقت صرف خدا سے مخصوص ہے شرک ہے، اور غیر خدا سے سوال کرنا عبادت الٰہی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا ہے، "ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر ۱۱۶؎ اور ملت حنیف کہ ۱۱۷؎ جو جناب ابراہیمؑ سے منسوب ہے خدائے

تعالیٰ کی خلوص دل سے عبادت اور خالص توحید کا نام ہے اور ملت حنیف میں شرک کا دخول ایسے ہی ہے جیسے نماز میں حدث کا دخول، یعنی اگر انسان حالت نماز میں محدث ہو جائے تو اس کی نماز پوری طرح سے فاسد و باطل ہے اسی طرح انبیاء واولیاء کو مشکل میں مدد کے لئے پکارنا اور یا اپنے مقصود و مطلوب کو پانے کے لیے یا محمدؐ، یا علیؑ کہنا شرک ہے۔ اور اس کی دلیل یہ آیتیں ہیں ارشاد ہوتا ہے: ومن اضلّ ممن یدعو من دون اللہ من لایستجیب لہ الی یوم القیامہ وھم عن دعائھم غافلون، واذا حشر الناس کانوا لھم اعداء وکانوا بعبادتھم کافرون"،۱۱۸ اور دوسری آیت: "والذین تدعون من دونہ مایملکون من قطمیر ان تدعوھم لایسمعوا دعائکم ولوسمعوا مااستجابوا لکم ویوم القیامہ یکفرون بشرککم،۱۱۹ اگر وہ لوگ یہ عذر پیش کریں کہ وہ انبیاء، یا جس سے توسل کر رہے ہیں معبود نہیں ہیں بلکہ حاجت روا اور شفاعت کے باب ہیں اور خدا کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں تو یہ بات تو مشرکین بھی کہتے تھے کہ: "مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ" سورۂ زمر، آیت ۳۔۱۲۰ اور وہابی اسی بنیاد پر مسلمانوں کو مشرک اور ان کے قتل وغارت گری کو جائز جانتے ہیں، لیکن توبہ کے باب میں کبھی قبولیت کی رائے دیتے ہیں تو اور کبھی غیر قابل قبول جانتے ہیں "اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں: "ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دونہ" ۱۲۱ اسی طرح وہابیوں کے نزدیک اللہ کے علاوہ کسی یا کی قسم کھانا، اور دوسروں کو قسم دلانا شرک ہے، اور ابن تیمیہ نے ایسے اکثر مطالب کو اپنی کتاب منہاج السنہ میں پیش کیا ہے محمد ابو زہرہ لکھتا ہے کہ: وہابیوں (سلفیوں) کا نظریہ مسئلۂ توحید میں اس طرح ہے کہ وہ مسئلۂ توحید کو اسلام کا پہلا زینہ جانتے ہیں، اور اجمالی طور سے تمام مسلمان عالم جس مسئلۂ توحید کی تاکید اور اس کی وحدانیت کے قائل ہیں وہ بھی اس کی موافقت وتائید کرتے ہیں لیکن سلفی (وہابی) چند مسائل کو خدا کی یکتا پرستی کے منافی شمار کرتے ہیں نمونہ کے طور پر جیسے خدا کے بندوں (اولیاء) سے توسل کرنا روضہ شریفہ (رسولؐ واولیاء، وانبیاءؑ) کی زیارت روضہ رسولؐ اور ان کی قبر مطہر کے روبرو ہو کر دعا مانگنا یا اولیائے خدا کے مزار پر جا کر دعا کرنا ان سب کو وہابی توحید کے منافی شمار کرتے ہیں۔۱۲۲ ابن تیمیہ کہ جو خود مذہب سلفیت کا پرچمدار وعلمبردار ہے وہ کہتا ہے قبر پیغمبرؐ کی زیارت کے لیے سفر کرنا شرک اور بدعت ہے، پیغمبر خدا و اہل بیت پیغمبرؐ اور اولیاء سے توسل کرنا اور ان کے آثار و باقیات سے تبرک حاصل کرنا خدا کی عبادت و توحید کے خلاف ہے۔

۳۔ وہ تمام احادیث جو اہل بیت پیغمبرؐ کے اخلاقی فضائل کے بارے میں صحاح اور مسانید یہاں تک کہ مسند احمد بن حنبل میں آئی ہیں ان سب کو ابن تیمیہ غیر قابل قبول جانتا ہے اور منکر ہے ۱۲۳ شرح الطحاویہ کا مؤلف لکھتا ہے، علوئے الٰہی کے اثبات میں سلفیوں کی گفتگو بہت زیادہ ہے۔ اس کے بعد ابو حنیفہ

سے ایک حکایت نقل کرتاہے، کہ: ایک شخص نے ابو حنیفہ سے سوال کیا: میں نہیں جانتاہوں کہ پروردگار آسمان میں ہے یا زمین پر؟ ابو حنیفہ نے جواب دیا: ایسا کہنے والا شخص کافر ہے چونکہ خدا فرماتا ہے۔ "ان اللہ علی العرش استویٰ" اور عرش الٰہی ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے، اس کے بعد سوال کیا؟ اگر اسے اس پر یقین ہے کہ خدا عرش پر ہے، لیکن کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا، عرش آسمان میں ہے یا زمین پر؟ جواب میں ابو حنیفہ نے کہا: وہ شخص بھی کافر ہے، اس لیے کہ خدا کا آسمان میں موجود ہونا قطعی و یقینی ہے اور جو بھی اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ ۱۲۴، ابو حنیفہ بعض معتزلہ کے اس استدلال پر کہ "خدا کی رویئت ممکن نہیں ہے" اور وہ اپنے مدعیٰ پر اس آیت سے استدلال کرتے ہیں" لن ترانی ولاتدرکہ " تو ان کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں آیتیں: "ان اللہ علی العرش استویٰ "اور" لن ترانی ولا تدرکہ " ان کے نظریہ کے برخلاف "رویت خدا" پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ آیۂ اولیٰ چند جہت سے رؤیت خدا پر دلالت کرتی ہے:

۱۔رسول گرامی کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ خدا سے اس چیز کا سوال کریں جس کے وہ مجاز نہیں ہے۔

۲۔خداوند عالم نے جناب موسیٰؑ کے سوال کو مسترد اور انکار نہیں کیا۔ لیکن جس وقت حضرت نوحؑ نے خدا سے اپنے فرزند کی نجات کے لیے سوال کیا خداوند عالم نے ان کے سوال کو مسترد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح" ۱۲۵، خداوند عالم اس آیت میں ارشاد فرماتا ہے کہ مجھ کو نہیں دیکھ سکوگے، نہ کہ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں دکھائی نہیں دوں گا یا میرا دیدار محال ہے، یا میں دکھائی دینے والا نہیں ہوں!؟

دوسری آیت: منکرین رؤیت خدا، سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰۳ سے استدلال کرتے ہوئے کہ خدا دنیا اور قیامت میں بھی دکھائی دے گا!" لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر" ۱۲۶، کہتے ہیں کہ اس آیت میں " ادراک " کا تذکرہ آیا ہے ادراک اور رویئت میں فرق ہے، ادراک، یعنی پروردگار کا احاطۂ کامل کے ساتھ دیکھنا، اور رویئت یعنی پروردگار کو بغیر احاطہ کے دیکھنا، پس نفی ادراک مستلزم نفی رویئت نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ادراک خداوندی کی نفی کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ خدا کی رویئت بھی ممکن نہیں ہے، جس طرح کہ عقل وجود خداوندی کو تسلیم کرتی ہے لیکن اس "عقل" کا علم اس پر احاطہ نہیں رکھتا ہے، اس کے علاوہ دوسری صحیح متواتر نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خداوند عالم قیامت میں مومنین کو دکھائی دے گا، ۱۲۷

دوسرے اسلامی مذاہب کے ساتھ سلفیوں کی بنیادی پریشانی، اسلامی مفاہیم جیسے کفر، شرک اور

بدعت گزاری وغیرہ کی تفسیر وتوضیح ہے۔

سلفیوں نے اپنے آپ کو بدعت کا مخالف بتا کر بہت سے اہل اسلام کو اہل بدعت اور اپنے مخالفین کو بدعتی اور کبھی کافر گردانتے ہیں۔

کفر کے مصداق اور معنٰی کو وسعت دینا تاکہ اپنے مخالفین کو کافر قرار دے سکیں سلفیوں کی غیر متعارف روش شمار رہی ہے۔ سلفیوں نے کفر کے معنی ومصداق کو اتنی وسعت دیدی ہے کہ ان کے علاوہ ہر شخص کافر ہے، یہ سلفی ہر اس کام کے انجام کو جو عبادت الٰہی میں مخل ہو کفر سے تعبیر کر ہیں۔ چاہے وہ کام مختلف علمی، عسکری، ثقافتی اور اقتصادی امور کی ترقی کی راہ ہموار کرنے یا مادی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

سلفی فکر، پیغمبر اسلامؐ کے دور کے وسائل زندگی اور امکانات سے متاثر ہو کر یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ آج کے مسلمانوں کو بھی نبیؐ کے دور کے طور طریقوں اور طرز پر زندگی کو اپنانا چاہئے اور اس سے زیادہ امکانات سے فائدہ اٹھانا کفر ہے۔

قدیم سلفیوں کے نزدیک شرک وکفر اکثر کچھ انفرادی عبادتوں اور عقائد سے متعلق تھا جیسے کہ اولیاء سے توسل، نذر ،شفاعت، زیارت قبور وغیرہ لیکن وہ شرک وکفر جس کے جدید سلفی (وہابی) معتقد ہیں اس کو "جدید کفر" سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تمام شعبہ ہائے زندگی بشمول سماجی وشہری زندگی پر سے متعلق ہے۔

جدید سلفیوں (وہابیوں) کے اعتبار سے کسی نئی فکر، یا کسی نئے مکاتب فکر اور فلسفی یا کسی سیاسی جماعت کا ممبر، سرکاری اداروں اور کمیٹیوں میں مشغول ہونا چنانچہ اگر سلفیت (وہابیت) کے منافع اور اہداف سے ہم آہنگ نہیں ہے تو کفر وشرک کے زمرے میں آتا ہے، اسی طرح بعض مذہبی مراسم اور امور کو انجام دینا بھی کافروں اور مشرکوں کے اعمال میں شمار ہوتا ہے۔ حقیقت میں سلفی وہابی کی سوچ اور فکر اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ ان کے لئے ایک کو حربہ ہے جس کے بہانے ہر قسم کے جہادی (دہشت گردی) کام انجام کو دینے کا جواز پیدا ہو جاتا ہے۔

قابل ذکر ہے کہ سلفی دوسروں پر جو کفر کا الزام لگاتے ہیں وہ کفر اکبر ہے، کفر یا شرک اکبر، وہ حکم ہے کہ جس کے باعث کفر سے منسوب شخص، دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کو اصطلاح میں "مرتد" کہتے ہیں یہ شرک وکفر، اسلام سائے خارج ہونے کے علاوہ بڑی سزاؤں کا کا بھی مستحق بناتی ہے جیسے زوجہ کا اس پر حرام ہونا، اس کی نماز میت کا پڑھنا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے، میراث میں اس کا کوئی حق نہ ہونا، بعض علماء جیسے صالح سریہ زکات نہ دینے والے اشخاص کو اجماع

صحابہ سے مرتد وکافر قرار دیتے ہیں۔

ایک دوسرا مفہوم جو سلفی فکر میں توجہ کا مرکز ہے وہ بدعت کا مفہوم ہے، بدعت کے معنٰی کو وسعت دینا بھی سلفی فکر کا نتیجہ ہے کہ جس کے بہانہ سے وہ بہت سارے مسلمانوں کو اہل بدعت کے زمرہ میں قرار دیتے ہیں۔ ۱۲۸ سلفی سلسلہ اور فکر کا سب سے نمایاں کام دین میں ہر طرح کی بدعت سے مقابلہ کرنا ہے ۱۲۹۔ بدعت کا معیار ان کی نظر میں یہ ہے کہ کوئی شخص اگر کسی ایسے کام کو انجام دے جس کو صحابہ نے انجام نہ دیا ہو تو وہ کام بدعت ہے۔ ۱۳۰

چنانچہ سلفی وہابی معتقد ہیں کہ ہر وہ کام جو پیغمبرؐ کے زمانہ میں موجود نہیں تھا سے اور انجام نہیں دیا گیا اسے بعد میں بھی انجام نہیں پانا چاہئے" اسی لئے وہ بہت سے اعمال وافعال کو بدعت کے عنوان کے تحت قرار دیتے ہیں، بدعت یعنی دین میں نئی چیز ایجاد کرنا، اور چونکہ اسے الٰہی معرفت کی تائید حاصل نہیں ہوتی لہٰذا باطل ہے اس محدودیت کے اعتبار سے خود سلفی ایسے تمام امور کو بدعت کہتے ہیں جو پیغمبرؐ کے زمانہ میں نہیں تھے، یا انکا وجود پیغمبرؐ کے زمانہ میں بالکل ناممکن تھا۔ ٹرین،Train، کے وجود کو بدعت جاننا، سلفیوں کے نزدیک بدعت کی ایک مثال ہے۔

علمائے اسلام کا ایک گروہ اصل کلام، یعنی اسلام کے اصولی وبنیادی مسائل میں عقلی بحث کرنے کا مخالف ہوگیا اور اس کو بدعت وحرام جاننے لگا یہ لوگ "اہل حدیث" کے نام سے مشہور ہیں، احمد بن حنبل، اہل سنت فقہاء میں اہل حدیث علماء کی لسٹ میں سر فہرست ہیں۔ جب حنبلی علماء کلی طور پر علم کلام کے مخالف ہیں (چاہے کلام اشعری ہو یا معتزلی چہ شیعہ) تو بطریق اولیٰ علم منطق وفلسفہ جو کہ مکمل طور پر عقلی علوم ہیں ان کی مخالفت کرتے ہیں ابن تیمیہ جو کہ حنبلی جماعت کی دنیا کی مشہور ومعروف شخصیتوں میں سے ہے اس نے علم منطق وفلسفہ کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ ۱۳۱

قابل توجہ یہ ہے کہ سلفی وہابیوں کی نگاہ میں ہر وہ شئی جس کی دین میں کوئی اصل نہ ہو، اور بعد میں حادث ہوئی ہو وہ بدعت ہے جیسے جشن عید میلاد النبیؐ، نماز "لیلۃ الرغائب"، روز عاشور کو غم منانا وغیرہ یہ سب کے سب بدعت میں شمار ہوتے ہیں۔ ۱۳۲ لیکن نماز تراویح (کہ جو خلیفہ دوم کی بدعت ہے) وسیع پیمانہ پر دوسروں کو کفر کی نسبت دینا، دوسروں پر شرک اور بدعت گذاری کا الزام لگانا اور اس طرح کی دوسری بدعتیں، مذموم نہیں ہیں۔

یہ سلفی وہابی دونوں بدعتوں میں تفریق کے قائل ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر وہ امر حادث وجدید، کتاب وسنت یا اجماع کے مخالف ہو تو وہ بدعت مذموم اور گمراہ کن ہے، لیکن خیر پر مبنی، امور حادثہ کہ جن کے بارے میں اس امت کے کسی بھی فرد نے اختلاف نہیں کیا ہے اس طرح کے امور، غیر

مذموم بدعتوں " میں سے ہیں۔ ۱۳۳؎ ابن تیمیہ، بدعت کی دو قسم (خوب وبد) کو مسترد کرتے ہوئے کہتاہے: نماز تراویح بدعت نہیں ہے! لیکن یہ کہ عمر بن الخطاب نے تراویح کی نماز کو جماعت سے پڑھنے کا حکم دے کر جو اس کے بارے میں کہا: "نعمت البدعة هذه" اس سے مراد لغوی بدعت ہے نہ کہ اصطلاحی بدعت۔ کیونکہ ابن تیمیہ کے کہنے کے مطابق نماز تراویح بدعت نہیں بلکہ سنت ہے، ۱۳۴؎

سلفی وہابی جو کہ تاویل کو باطل اور اہل تاویل کو اہل بدعت شمار کرتے ہیں یہ خلیفہ دوم کی صریح بات کہ وہ، "تراویح کی نماز جماعت کو بدعت حسنہ جانتے تھے"، ابن تیمیہ اور اس کا اتباع کرنے والے خلیفہ دوم کی اس بدعت کو، بدعت لغوی سے تعبیر کرتے ہیں اس تاویل کو قبول کرتے ہیں ۱۳۵؎ جبکہ خود تصریح بھی کرتے ہیں کہ بدعت حسنہ اور بدعت سیہ کا کوئی وجود نہیں ہے بلکہ ہر بدعت، ناپسندیدہ ہے اور تمام اہل بدعت خدا پر الزام لگاتے ہیں، لیکن سلف کی بدعتیں تو لغوی تھیں نہ کہ شرعی ۱۳۶؎

صالح فوزان بھی اس حدیث نبوی کہ "كل بدعة ضلاله"، کی بنیاد پر بدعت کی دو قسموں (بدعت مستحسن وغیر مستحسن)، کی تردید وتکذیب کرتے ہوئے کہتا ہے: ہر بدعت گمراہی ہے اور مستحسن بدعت کا اصلاً کوئی وجود نہیں ہے، تاہم نماز تراویح میں عمر کی بدعت کو بدعت حسنہ کا نام دیتے ہوئے دوسری بدعت کو کالعدم قرار دیتاہے۔ ۱۳۷؎ یہ شخص ابن تیمیہ کی توجیہ وتاویل کی تکرار کرتے ہوئے کہتاہے کہ عمر کے کلام میں نعمت البدعة هذه " سے مراد لغوی بدعت ہے نہ کہ شرعی بدعت۔

بہر حال بدعت کے مصادیق کے سلسلہ میں، یہ انتخابی نظریہ سلفی وہابیوں کی ایک روش ہے۔ جبکہ نماز تراویح کہ جس کے لئے خود عمر نے صراحت سے کہا" بدعت " ہے یعنی یہ کہ شریعت نبوی یہاں تک کہ پہلے خلیفہ کے زمانہ میں بھی ایسی چیزیں نہیں تھیں۔

اس سے بڑھ کر یہ، کہ نبی اکرمؐ نے مستحبی نمازوں میں جماعت کو منع کیا ہے اور حضرت علیؑ نے بھی نماز تراویح سے منع کیاہے اور نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد میں بھی ایک بڑے اختلاف کا پایا جانا ہے یہ سب اس کے بدعت ہونے کے شواہد ہیں۔ ۱۳۸؎

تقویٰ وعلمی انصاف کی رعایت نہ کرنا:

تعلیم بالخصوص دینی تعلیم جبھی مفید اور موثر کہلاتی ہے جب وہ ہر لحاظ سے متقن ومفید اور علمی انصاف واخلاق پر مبنی ہو، حق پسندی، امانتداری، معقولیت اور مؤدب طریقہ سے کسی نظریہ کو پیش کرنا علمی انصاف واخلاق کی بنیاد ہیں۔ سلفیت کی بنیاد ابن تیمیہ نے رکھی جو آج کافی حد تک پھیل چکی ہے لیکن سلفی نظریہ، قرآن وسنت کو سمجھنے اور اس کی تفسیر کرنے میں اخلاقی آداب اور علمی انصاف کا کوئی خاص لحاظ نہیں رکھتا۔ بہر حال جس مکتب فکر میں یہ صفات نہ پائی جائیں وہ نہ صرف یہ کہ قابل توجیہ نہیں

ہیں بلکہ اس مکتب فکر کی منطقی اور عقلی ناتوانی کی دلیل بھی ہیں۔

گالی گلوچ:

سلفی وہابی تکفیری اپنی تنقید و تحقیق میں کسی طرح کے علمی اخلاق کی ہر گز رعایت نہیں کرتا ہے، افکار کی تنقید و تحقیق میں جو چیز معیار ہے وہ منطقی استدلال اور مستحکم روشوں سے فائدہ اٹھانا ہے، لیکن سلفی تکفیری اس روش میں ناکام ہونے کے باعث، علمی و تحقیقی طریقوں کو اختیار کرنے کے بجائے عامیانہ طریقوں جیسے فحاشی وگالم گلوچ اور دوسروں کو برا بھلا کہنا کا استعمال کرتے ہیں اور یہ (حرکتیں) ان کے فکری اور عقیدتی راہنما ابن تیمیہ میں بدرجہ اتم دیکھی جا سکتی ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے کہ وہ غیر مہذب غیر اور قابل عفو، باتوں سے اپنے مخالفین پر خرافات اور بدعت قائم کرنے کا الزام لگاتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی اہل سنت کے بزرگ محدث، ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنہ میں اس کی توہین آمیز تنقیدی روش کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے اس طرح رافضی (علامہ حلی) کی توہین میں زیادتی اور مبالغہ آرائی کی کہ کبھی کبھی ابن تیمیہ کی علّامہ حلی کی شان میں کی جانے والی یہ توہین، علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں توہین کا باعث ہوئی ہے۔۱۳۹ بعض معاصر محققین کی تعبیر کے مطابق اگر ابن تیمیہ کی ان تمام گستاخیوں اور فحاشی کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو خود ایک مستقل کتاب ہو جائے گی۔۱۴۰ علمی انصاف اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ محقق اپنے آپ کو فردی اور فرقہ پرستی نیز اجتماعی دوستی و دشمنی سے دور رکھے، تاکہ یہ چیزیں حقیقت تک پہنچنے کے لیئے رکاوٹ نہ بنیں، اس لئے کہ کسی شخص کے قول و فعل اور طرز عمل و سلوک کی حقیقت کو پرکھنے اور سمجھنے کے لیے بغض و حسد اور حب و دوستی سے عاری ہونا ضروری ہے دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ محققین کی دوستی اور دشمنی اس کے نظریہ کو بدل دیتی ہے اور ممکن ہے کہ اس کی فکر کو اصل مقصد اور حقیقی راہ سے منحرف کر دے۔

آج سلفی تکفیریوں کا یہ سلسلہ ابن تیمیہ اور ابن حزم کی اتباع میں وہی غیر اخلاقی باتوں اور عادتوں کو اپنے آثار و تالیفات میں استعمال کرتے ہیں، نمونہ کے طور پر ناصر القفاری نے، لفظ "رعاع الشیعہ"، (پست و حقیر شیعہ) الشیعہ" اور لفظ "النوکی" (احمق لوگ" ۱۴۱ جیسے توہین آمیز الفاظ، سے بعض بزرگ علمائے شیعہ جیسے کہ علامہ مجلسی کی طرف نسبت دیکر انہیں ایسے بُرے خطابات سے یاد کیا ہے: رافضی، یہ رافضی لوگ، دوسروں کو غافل کرنے والے، زندیق اور کافر ہیں جنہوں نے اسلام کا لباس پہن رکھا ہے۔۱۴۲، اس طرح کے توہین آمیز جملات و کلمات کا بغور استعمال کیا گیا ہے۔اور اس طرح کی توہین آمیز روشیں، مسلمانوں کے درمیان فتنہ انگیزی و کینہ پروری اور ایک دوسرے کو کافر کہنے کے اسباب زیادہ فراہم کرتی ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان مفکرین، نبی کریمؐ کے اخلاق اور اسوہ حسنہ کی تاسی اور اتباع کرتے

ہوئے اس بارے میں قدم اٹھائیں۔

غلط بیانی:

سلفی تکفیری بھی سلفیوں کے استاد کی ابن تیمیہ اتباع میں، شیعوں کی توہین کرتے ہوئے بڑی آسانی سے جھوٹ اور غلط بیانی کا سہارا لیتے ہوئے لکھتا ہے: " بعض رافضی (رافضی کہہ کر پکارنا عام طور پر شیعوں پر طعنہ زنی کرنا ہے) اور بعض وہ گروہ جو رافضیوں سے منسوب ہیں جیسے نصیری وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت حسنؑ وحضرت حسینؑ علیؑ کے بیٹے نہیں تھے بلکہ سلمان فارسی کی اولاد ہیں"؟!

وہ ان دونوں امامین کریمین حضرت حسنینؑ کی مجاہدت اور خدمات کو بھی جھٹلاتا ہے اور لکھتا ہے کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے مصالحت کی، اور حسینؑ اس گمان میں تھے کہ لوگ ان کی اطاعت کریں گے لیکن جس وقت انہوں نے ان کی بیعت شکنی کو دیکھا تو مدینہ پلٹنے یا دوسری جگہ جانے کی درخواست کی، ۱۴۳، یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شیعہ امامیہ تو دور کی بات مسلمانوں میں سے کسی نے بھی آج تک امام حسنؑ وحسینؑ کے فرزندان علی وفاطمہ ہونے میں شک وتردید نہیں کی ہے۔ آج بھی سلفی تکفیری شیعوں پر تحریف قرآن کا قائل ا، اور جبرئیل کو خائن جاننے جیسے الزام لگاتے ہیں، یہ سب کی سب جھوٹی اور ناروا نسبتیں ان کی تمام تر اس ناکام سعی کا نتیجہ ہے جو شیعوں کو کافر قرار دینے پر مبنی ہے۔ ۱۴۴، اہم ترین دلیل جو ان وہابیوں نے شیعوں کو کافر قرار دینے کی توجیہ میں پیش کی ہے وہ تحریف قرآن ہے جو کہ سراسر جھوٹ ہے۔

جب ایک مذہب کے ماننے والوں کو قرآن پر عقیدہ نہ رکھنے کا الزام لگا سکتے ہیں تو آسانی سے ان کے دوسرے عقائد کے بارے میں پروپگنڈہ کرکے ان کو مشرک قرار دیا جاسکتا ہے، البتہ سلفی تکفیری (وہابی) اس روش سے نہ یہ کہ فقط شیعوں کو نشانہ بناتے ہیں بلکہ اپنے مخالف اہل سنت کے مقابلے میں بھی اسی روش سے استفادہ کرتے ہیں۔

اہل سنت میں سے وہ لوگ جو صوفی مسلک کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں ہمیشہ انکو وہابی بدعت گزار اور شرک جیسی تہمتوں سے نوازتے ہیں اور نتیجہ میں ان کو کافر کہتے ہیں۔

ابن تیمیہ لکھتا ہے کہ شیعوں کی ایک حماقت یہ ہے کہ وہ لفظ " عشرہ، یعنی دس کو برا سمجھتے ہیں اور یہ عشرہ مبشرہ کے بغض کی وجہ سے ہے۔ ۱۴۵ ابن تیمیہ اپنے آثار وتالیفات بالخصوص منہاج السنہ میں ہر وہ حدیث جو اس کے نظریہ کے مطابق نہ ہو اس کی تکذیب کرکے آسانی سے اس پر جعلی ہونے کی مہر لگادیتا ہے، سلفی مورخ مشعبی، ابن تیمیہ کی بات سے استناد اور تائید کرتے ہوئے شیعوں کے کفر کی توجیہ میں شیعوں کے خلاف عجیب طرح کے بہتان گنواتا ہے، نمونہ کے طور پر ہم ان میں سے بعض کی طرف

اشارہ کررہے ہیں، وہ لکھتاہے: شیعہ اثنا عشری، تمام انصار ومہاجرین اوران لوگوں کو جوانکے لئے "رضی اللہ عنہم" کہتے یا استغفار کرتے ہیں، ان سب کو کافر مانتے ہیں ۱۴۶، مساجد کا تعطیل کرنا، اور جمعہ وجماعت کا مساجد میں نہ ہونا، بزرگوں کی بے احترامی، قبروں کے اوپر گنبد بنانا، قبروں کے سامنے حج جیسے مراسم انجام دینا، حلال وحرام کو خیالی ومعدوم امام پر معلق کرنا، یہود ونصاریٰ اور مشرکین سے دوستی کرنا، مشرکین کی مسلمانوں کے قتل وغارت گری میں مدد وغیرہ یہ سب شیعوں کا وطیرہ ہے، ۱۴۷ آخر میں مؤلف یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ شیعوں سے جنگ کرنا اور ان کو قتل کرنا واجب ہے، ۱۴۸ بلکہ شیعہ مراتب کے اعتبار سے خوارج سے بھی بدتر ہیں۔

معاصر سلفی مورخ قفاری شیعوں سے ایسے امور کو منسوب کرتا ہے جن سے شیعہ مکمل طور پر بیزار ہیں، قفاری، شیعوں پر خدا کے جسمانیت کا قائل ہونے کی تہمت لگاتا ہے اور شیعہ عقائد کو یہودی عقائد سے متاثر جانتاہے اور کہتا ہے: یہودیوں کی گمراہی خدا کے جسمانیت کا عقیدہ رکھنے میں مشہور ہے لیکن مسلمانوں کے درمیان جنہوں نے سب سے پہلے اس بدعت کو ایجاد کیا وہ رافضی (شیعہ) ہیں۔ ۱۴۹

قفاری علّامہ خوئی کی بات کے ایک حصہ کی تقطیع وتحریف کرکے اور ان کے بیان کیے بعض حصہ کا انتخاب کرکے ان کو ایک مرجع تقلید شیعہ کی حیثیت سے تحریف قرآن کا قائل بتاتا ہے۔۱۵۰، جبکہ علامہ خوئیؒ کے بیان کا وہ حصہ جو قفاری نے حذف کردیا ہے وہ یہ ہے کہ موصوف پہلے ان تمام روایات کی جو تحریف قرآن پر اشارہ کرتی ہیں نفی کرتے ہیں اور روایات کی مکمل تحقیق وجستجو کے بعد) یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ: تحریف قرآن کا نظریہ خرافات وخیال بافی ہے اور کم عقل افراد کے علاوہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے اور اگر کوئی قائل ہوا ہے تو وہ شخص جس کے اندر ذرہ برابر بھی علم نہیں ہے یا وہ شخص جو ایسی باتوں کا عاشق اور دلدادہ ہو کہ عشق انسان کو اندھا اور بہرہ بنادیتا ہے لیکن عاقل، منصف، مدبر ایسی باتیں نہیں کرتا ہے جن کے باطل ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔۱۵۱

نتیجہ

ان تمام مباحث سے حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۱۔ سلفی وہابی کی جانب سے من چاہے طریقہ سے کسی کو کافر کہنے یا بنانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ، قرآن وسنت سے استناد کرنے کے بجائے اپنے ہی نظریات وآراء پر اعتماد کرتے ہیں۔

۲۔ تکفیری گروہ اپنے علمی نظریات اور مسلکی روش میں ابن تیمیہ کی پیروی کرتے ہیں، اسی وجہ سے تکفیری سلفیت ابن تیمیہ کے انتہا پسندانہ افکار کی پیداوار ہے۔

۳۔ فہم قرآن وسنت کا چونکہ دین کے ساتھ براہ راست تعلق ہے اس لئے اسے ہمیشہ صحیح روش اور صحیح قواعد وضوابط کی بنیاد پر انجام پانا چاہئے ورنہ وہ تحریف، بے بنیاد تکفیر اور تفسیری اعتبار سے خلفشار کا شکار ہو جائے گی۔

۴۔ ہر تحقیق، اخلاقی اور علمی انصاف پر استوار ہوتی ہے: لیکن بد گوئی، الزام تراشی، حقائق کو چھپانا، قرآن وسنت نبوی کے سمجھنے میں سلفی تکفیریوں کی روشوں میں سے ایک روش ہے جس کے وہ مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔

۵۔ اپنے مخالفین کی تکفیر کے لیے سلفی وہابی ایک نئی روش کا استعمال کرتے ہیں اور وہ اس سے بھرپور استفادہ بھی کرتے ہیں اس کا نام ہے میکانزم فرافکنی۔

۶۔ سلفی تکفیری اپنے خیال کے اظہار کے لئے مختلف روشوں کا استعمال کرتے ہیں جیسے:

الف: قرآن وسنت میں تفسیر بالرای کرنا۔

ب: قرآن بالقرآن سے تفسیر کو ان دیکھی کرنا۔

ج: اپنی تحریر و تقریر اور اپنی گفتگو میں انتہا پسندانہ روش اختیار کرنا، عقل کے قطعی ویقینی اصول اور علم ویقین کو پس پشت ڈال دینا۔ سلفی میدان فکر و تقریر پر عقل کو بے دخیل اور بعض فلسفی بنیادی بحثوں میں اختلاف کے باعث قرآن وسنت کی ظاہری تفسیر پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور یہی بات ان کی عملی غلطیوں اور خطاؤں کا باعث ہوتی ہے۔

د: اسلام کے کلیدی مفاہیم ومصادیق کے معانی میں غلط اور بے ضابطہ طور پر توسیع کرنا اور ان مفاہیم کی توضیح و تفسیر میں قرآن وسنت پر اعتماد نہ کرنا جبکہ توحید، ایمان، اسلام، شرک وکفر وبدعت جیسے مفاہیم کی قرآن اور پیغمبرؐ کے ذریعہ اچھی طرح وضاحت کی گئی ہے، لیکن سلفی تکفیری وہابی ان الفاظ کی تفسیر کے لیے سنت معتبر حتی سلف صالح کی طرف رجوع کرنے کے بجائے ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبد الوہاب، ابن عثیمین، صالح فوزان، شکری مصطفیٰ، جیسے بے وقعت افراد کی تفاسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۷۔ مسلمان مفکرین اور دانشمند حضرات اپنے صحیح اصولوں اور شرعی استنباط کی صحیح روش کی وضاحت کرکے اپنے طریقے اور راستے کو سلفی تکفیری فکر سے جدا کریں، تاکہ اسلام کے نام پر دنیائے اسلام کے پیکر پر مزید آسیب نہ پہنچے۔

حوالہ جات:

۱۔ رجوع فرمائیں: مرتضی مطہری، مجموعہ آثار ج ۴، ص ۵۵

۲۔ رجوع فرمائیں: عبدالقاهر بغدادی، الفرق بین الفرق، ۷۲،۷۸۔۸۶

۳۔ وہابیوں اور ان کے ہم فکر لوگوں کے بارے میں مزید معلومات کے لیے رجوع فرمائیں: کتاب "سلفی گری و وہابیت" مؤلف: سید مہدی علی زادہ موسوی

۴۔ محمد عوض الخطیب، "الوہابیۃ فکراوممارسۃ"، ص ۱۸۸، منقول از سلیمان بن عبد الوہاب النفحة الزاكية، الرسالة الاولیٰ، ص ۷

۵۔ رجوع فرمائیں: سعد الدین السید صالح، الفرق والجماعات الاسلامیه المعاصره وجذورها التاریخیه، ص ۲۰۳-۲۰۴

۶۔ رجوع فرمائیں: دہخدا، لغت نامہ، ج ۸، ص ۱۰۹۰۴، انوری، فرہنگ بزرگ فارسی، ج ۴، ص ۳۷۳۷

۷۔ رجوع فرمائیں: جابر محمود، الوہابیہ فی مصر، ص ۱۹۵

۸۔ صالح سعد الدین السید، الفرق والجماعات الاسلامیه المعاصره وجذورها التاریخیه، ص ۲۰۳ و ۲۰۶-۲۱۱

۹۔ سورۂ بقرہ، آیت ۳۲

۱۰۔ سورۂ انعام، آیت ۷۱

۱۱۔ سورۂ حجر، آیت ۸۴

۱۲۔ سورۂ روم، آیت ۳۰

۱۳۔ سورۂ نحل، آیت ۶۴

۱۴۔ سورۂ نحل، آیت ۴۴

۱۵۔ سعد الدین السید صالح، الفرق والجماعات الاسلامیه المعاصره وجذرها التاریخیه ص ۲۰۶-۲۰۸۔ الحجیات سے نقل کرتے ہوئے شکر مصطفیٰ نسخہ خطی، ص ۴

۱۶۔ شکری مصطفیٰ، الحجیات، ص ۶

۱۷۔ گذشتہ حوالہ ص ۸، سعد الدین السید صالح، الفرق والجماعات الاسلامیۃ المعاصرہ وجذورها التاریخیہ، ص ۲۰۷-۲۰۸

۱۸۔ گذشتہ حوالہ، ص ۲۰۸، شکری مصطفیٰ" الحجیات" ص ۱۰، سے نقل کرتے ہوئے۔

۱۹۔ شکری مصطفیٰ، التبیین، نسخہ خطی ص ۲۴

۲۰۔ رجوع فرمائیں: محمد کثیری، السّلفیه بین اہل السنہ والامامیہ ص ۴۶

۲۱۔ رجوع فرمائیں: رمضان بوطی: السّلفیہ مرحلہ زمسینہ مبارکۂ لامذہب اسلامی، ص ۲۳۵

۲۲۔ شرح العقیدہ الواسطیہ، ج ۲، ص ۲۹۲

۲۳۔ رجوع فرمائیں: شہرستانی، الملل والنحل، ج ۱ ص ۹۲-۹۳، ج ۲، ص ۸۴-۸۵؛ حسن البناء، مجموعہ رسائل، ص ۳۶۲-۳۶۶

۲۴۔ رجوع فرمائیں: البناء حسن، مجموعہ رسائل ص ۳۶۷، ۳۷۸

۲۵۔ رشید رضا، ج ۳، ص ۱۶۳ یا ۱۹۷،
۲۶۔ سورۂ علق، آیت ۵
۲۷۔ رجوع فرمائیں: محمد ابو زہرہ، تاریخ المذاہب الاسلامیہ
۲۸۔ درء تعارض العقل والنقل ج ۱، ص ۲۰۱
۲۹۔ آمنہ محمد نصیر، الشیخ الامام محمد بن عبد الوہاب ومنہجہ فی مباحث العقیدہ، ج ۱، ص ۱۱۲
۳۰۔ مشعبی، گذشتہ حوالہ، ص ۸۵۔۸۷۔ مجموع الفتاویٰ، ج ۱۸، ص ۵۰۔۵۱ سے نقل کرتے ہوئے
۳۱۔ گذشتہ حوالہ
۳۲۔ مجموعہ الفتاویٰ، ج ۱۷، ص ۴۷؛ درء التعارض، ج ۲، ص ۷۳، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں، مشعبی، ص ۱۳۶۔۱۴۱
۳۳۔ ونری وجوب اجراء نصوص الکتاب والسنۃ فی ذلک (صفات اللہ تعالی) علی ظاھرھا ونتبرأ من طریق المحرفین لہا الذین صرفوھا الی غیر ما اراد اللہ بہا، عثیمین، عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ ص ۶
۳۴۔ علامہ طباطبائی، تفسیر المیزان، ج ۱۴، ص ۱۳۰
۳۵۔ رشید رضا، المنار، ج ۱، ص ۲۵۲۔۲۵۳
۳۶۔ ابن عثیمین، عقیدہ اھل السنۃ والجماعۃ، ص ۵۔۶
۳۷۔ سورۂ زمر، آیت ۶۷
۳۸۔ ابن عثیمین، القول المفید علی کتاب التوحید، ج ۲، ص ۵۳۲، اور دوسرے سلفی وہابی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں، رجوع فرمائیں، مجموع فتاوی العلامہ عبد العزیز بن باز، ج ۴
۳۹۔ جعفر سبحانی، آئین وہابیت، ص ۳۳
۴۰۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۴
۴۱۔ رجوع فرمائیں: زمخشری، تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۶۲۸
۴۲۔ سورۂ توبہ، آیت ۶۷
۴۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۲۶
۴۴۔ سورۂ مومنون، آیت ۸۸
۴۵۔ سورۂ آل عمران، آیت ۷۳
۴۶۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۷
۴۷۔ سورۂ ذاریات، آیت ۴۷
۴۸۔ سورۂ ص، آیت ۴۵

۴۹- سورۂ ص، آیت ۱۷

۵۰-قال، قال رسول اللہ ﷺ "لعن اللہ المجادلین فی دین اللہ علی لسان سبعین نبیاً ومن جادل فی آیات اللہ کفر قال اللہ مایجادل فی آیات اللہ الا الذین کفروا، ومن فسر القرآن برأیہ فقد افتری علی اللہ الکذب ومن افتی الناس بغیرعلم لعنتہ ملائکۃ السماوات والارض وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ سبیلھا الی النار، الحدیث"، حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج ۲۷، ص ۱۹۰

۵۱-الترمذی، سنن (کتاب التفسیر)، باب ماجاء فی الذی یفسّر القرآن برأیہ، ج ۵، ص ۱۹۹، حدیث نمبر ۲۹۵۰

۵۲-رجوع فرمائیں: مسعد بن مساعد الحسینی منہج محمد بن عبد الوہاب فی التفسیر، ص ۹۶" فتد ریسہ التفسیر وتالیفہ فیہ- وکثیرہ منہ من قبیل التفسیر بالرای المحمود- دلیل علی انہ یعلم من نفسہ انہ اھل لذلک اذلا یتصرر ان یحث علی طلب العلم وینکر علی من یقول بغیر علم، ثم بعد ھذا یتکلم فی اعظم شئ بلاعلم"

۵۳-علامہ امینی، نظرۃ فی کتاب منہاج السنۃ النبویہ، ص ۹۰؛ محمد حسن قزوینی، الامامۃ الکبریٰ والخلافۃ العظمیٰ، ج ۲، ص ۱۸۸-۱۹۷

۵۴-رجوع فرمائیں: محمد حسن قزوینی، الامامۃ الکبریٰ والخلافہ العظمیٰ، ص ۱۸۱-۱۸۵

۵۵-استاد مطہری کی تعبیر میں ابن تیمیہ کثرت مطالعہ وتالیفات کے باوجود اس کی فکر بہت زیادہ سطحی اور معمولی اور ضدی قسم کی تھی، اور یہ اس قسم کے افراد میں سے ہے جس کی فکر معاشرہ میں بہت زیادہ وسعت کی حامل ہے، لیکن گہرائی میں اس کا نفوذ نہیں ہے، رجوع فرمائیں: مجموعہ آثار، ج ۲۲، ص ۱۴۷

۵۶- صائب عبدالحمید، ابن تیمیہ، حیاتہ- عقائدہ، ص ۴۵

۵۷- گذشتہ حوالہ، ص ۸-۱۰

۵۸-ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ج ۳۴، ص ۵۸

۵۹- مجموع الرسائل والفتاویٰ، ج ۱۰، ص ۹۲۸؛ رائد السمہوری، نقد الخطاب السلفی، ص ۱۲۴-۱۲۵

۶۰- سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۸، "الحر بالحر والعبد بالعبد" سورہ نور، آیت ۳۲

۶۱- ابطاعلینا رسول اللہ ﷺ یوما صبور النہار فلما کان العشی قال لہ قائلنا: "یا رسول اللہ قد شق علینا لم نرک الیوم قال: ان ملکاہ من السماء لم یکن زارنی فاستاذن اللہ فی زیارتی فاخبرنی وبشرنی ان فاطمہ بنتی سیدۃ نساء امتی وان حسنا وحسینا سید اشباب اھل الجنہ" خصائص النسائی، ص ۳۴، الاخبار الماثور: بان فاطمہ بنت رسول اللہ سیدۃ النساء من ھذہ الامۃ، کنزالعمال، ج ۶- ص ۲۲۱، الباب الخامس فی فضل اھل البیت، حدیث نمبر ۳۲۷۷۳

۶۲-ابو نعیم اصفہانی، حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۴۲؛ محمد بن اسماعیل بخاری، ج ۴، ص ۲۴۸ (کتاب بدء الخلق، باب علامات النبوۃ فی الاسلام) صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب: علامات النبوۃ فی الاسلام، وکتاب الاستئذان، باب: من ناجی بین

یدی الناس؛ مسند احمد بن حنبل ج ۶، ص ۲۸۲؛ احادیث فاطمہ بنت رسول اللہ، ح ۳۵۸۷۴؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۲ ص ۴۰

۶۳۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۸۹۔۱۹۰

۶۴۔ صلاح الدین الصفدی، الوافی بالوفیات، ج ۷، ص ۲۰۔۲۱

۶۵۔ قرطبی، جامع البیان، ج ۷، ص ۳۲۸۔

۶۶۔ سورۂ نساء، آیت ۲۸

۶۷۔ مجموع الفتاویٰ، ج ۱۵، ص ۳۳۳

۶۸۔ گذشتہ حوالہ، ج ۱۵، ص ۹۷

۶۹۔ ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، کتاب التفسیر، ج ۳، ص ۹۴۹۔۹۵۰

۷۰۔ فخر رازی، تفسیر کبیر، ج ۳۲، ص ۱۳۲ و ۱۳۳؛ آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، ج ۱۵، ص ۴۸۱ و ۴۸۲؛ بیضاوی، انوار التنزیل وأسرار التاویل، ج ۵، ص ۳۴۲

۷۱۔ فخر رازی، حوالہ گذشتہ

۷۲۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ تبوک، حدیث نمبر ۴۴۱۶؛ ومسلم کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل علی ابن ابی طالب، حدیث نمبر ۶۲۱۸

۷۳۔ محمد صالح بن العثیمین، تفسیر القرآن الکریم، المجلد الاول، مقدمہ، المشتہرون بالتفسیر من الصحابہ

۷۴۔ سورۂ بقرہ، آیت ۸۱

۷۵۔ ابن تیمیہ، تفسیر آیات اشکلت، ج ۱، ص ۳۶۸

۷۶۔ سورۂ قیامہ، آیت ۲۲۔۲۳

۷۷۔ ابن تیمیہ، گذشتہ حوالہ، ص ۳۶۶

۷۸۔ ابن تیمیہ، گذشتہ حوالہ، ص ۳۷۰

۷۹۔ محمد صالح بن العثیمین، تفسیر القرآن الکریم، المجلد الاول، مقدمہ: کلام الصحابہ رضی اللہ عنہم لایما ذو والعلم منہم والعنایہ بالتفسیر، لان القرآن نزل بلغتہم وفی عصرہم ولأنہم بعد الانبیاء اصدق الناس فی طلب الحق، واسلمہم من الأھواء واطہرہم من المخالفة التی تحول بین المرء وبین التوفیق للصواب۔

۸۰۔ سورۂ شوریٰ، آیت ۱۱

۸۱۔ محمد صالح بن العثیمین، گذشتہ حوالہ

۸۲۔ البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: (وما قدروا اللہ حق قدرہ)، حدیث نمبر ۴۸۱۱؛ ومسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامہم، باب صفة القیامة والجنة والنار، حدیث نمبر ۲۷۸۶

۸۳-الاسرائیلیات: الاخبار المنقوله عن بنی اسرائیل من الیهود وهو الاکثر أومن النصاریٰ، وتنقسم هذه الاخبار الی ثلاثه انواع: الاول: ما اقره الاسلام وشهد بصدقه فهو حق، مثاله: مار واه البخاری وغیره عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: جاء حبر من الاحبار الی رسول الله فقال: یا محمد انا نجدانّ الله یجعل السماوات علی اصبع، والارضین علی اصبع والشجر علی اصبع والماء والثری علی اصبع، وسائر الخلائق علی اصبع فیقول: أنا الملک، فضحک النبی صلی الله علیه وآله وسلم حتی بدت نواجذه تصدیقاً لقول الحبر، ثم قرأ رسول الله: وما قدروا الله حق قدره والارض--- الخ، (زمر ۶۷؛ رجوع فرمائیں، محمد صالح ابن العثیمین، تفسیر القرآن الکریم، المجلد الاول، مقدمہ)

۸۴-محمد صالح بن العثیمین، تفسیر القرآن الکریم، المجلد الاول، گذشتہ حوالہ،

۸۵- منهاج السنة النبویه، ج ۴، ص ۲۷۶؛ نقد الخطاب السّلفی، ص ۱۲۹

۸۶-ابن تیمیہ، درء التعارض، مجلد ۳، ص ۳۷

۸۷- سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳

۸۸- تفسیر طبری، ج ۲۵، ص ۱۴ و ۱۵؛ مستدرک الحاکم، ج ۲، ص ۴۴۴؛ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۹۹؛ ینابیع المودة از مسند احمد، وجزآن، ص ۱۵؛ الصواعق المحرقة، ص ۱۱؛ و ۱۰۲، وذخائر العقبیٰ، ص ۲۵،

۸۹- سورۂ حجرات، آیت ۱۳

۹۰-آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، ذیل آیت نمبر ۲۲ از سورۂ شوریٰ، ج ۱۳، ص ۳۲

۹۱- کنز العمال، حدیث نمبر ۳۴۱۵۱،

۹۲- گذشتہ حوالہ، سورۂ شوریٰ کی آیت ۲۲ کے ذیل میں

۹۳- رجوع فرمائیں: ابن تیمیہ، منهاج السنه، ج ۷، ص ۳۹۵

۹۴- نمونہ کے طور پر ہم اہلسنت کی ان کتابوں کو پیش کر رہے ہیں جن میں حدیث سفینہ کا ذکر کیا گیا ہے: المعجم الصغیر، ج ۲ ص ۲۲؛ المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، ص ۳۴۳؛ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۶۸؛ تاریخ بغدادی، ج ۱۲، ص ۹۱؛ فیض القدیر، ج ۲، ص ۵۱۹ و ج ۵، ۵۱۷؛ کنز العمال، ج ۱۳، ص ۸۲، ۸۵؛ الصواعق المحرقة، ص ۱۵۲؛ جواہر العقدین، ج ۲، ص ۱۲۰، مرقاة المفاتیح ۵/ ۶۱۰ و---

۹۵- ومن ذلک ما اخرجه مسلم والبوداؤد والنسائی وابن ماجه والبیهقی وآخرون: " المهدی من عترتی من ولدفاطمه"، احمد بن حجر الهیثمی، الصواعق المحرقه، الفصل الاول فی الآیات الواردة فیهم--- الایة الثانیه عشرة، ص ۱۶۳

۹۶- حدیث کے بعد بریکٹ میں (د" سنن ابن داؤد م" صحیح مسلم عن ام سلمة (علی بن المتقی بن حسام الدین الهندی، کنز العمال، الفصل الرابع فی ذکر اشتراط الساعة، خروج المهدی، حدیث نمبر ۳۸۶۶۲

۹۷۔ ما اخرجہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والبیہقی وصاحب المصابیح وآخرون (سلیمان بن ابراہیم القندوزی، ینابیع المودۃ الباب، ۷۳، فی الاحادیث التی ذکرھا صاھب جواھر العقدین، حدیث دوم

۹۸۔ اظہار الحق، دوحۃ دار احیاد التراث الاسلامی ص ۴۳۸۔ ۴۴۰ کی چھپی ہوئی اور اسی کتاب کے ص ۹۲۸ الریاض: ۱۴۱۰ھ ق، الدارۃ العامہ للطبع والترجمہ کی چھپی ہوئی دونوں کا مقابلہ کریں۔

۹۹۔ محمد حسین ہیکل، حیاۃ محمد، ص ۱۰۴

۱۰۰۔ نمونہ کے طور پر مقایسہ کریں: ناصر بن عبد اللہ القفاری کی کتاب، اصول مذہب الشیعہ، ج ۲، ص ۶۷۹۔ ۶۸۰ اور علّامہ مجلسی، بحار الانوار ج ۴۲۔ ص ۱۸۹، قفاری نے اپنی کتاب اصول مذہب الشیعہ کی ج ۱، ص ۳۳۵ پر آیت اللہ خوئی پر تہمت لگاتے ہوئے کہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں جبکہ موصوف نے ان کی پوری بات کو مکمل طور پر نقل نہیں کیا ہے بلکہ ادھورا نقل کیا ہے کہ اسی مقالہ کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۰۱۔ طبری، تاریخ الطبری، ذکر الخبر عما کان من امر النبیؐ عند ابتداء اللہ تعالیٰ ذکرہ، ج ۲، ص ۶۳

۱۰۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، باب الامر با بلاغ الرسالۃ

۱۰۳۔ احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، ما نزل من القرآن بالمدینہ، ج ۲، ص ۳۲

۱۰۴۔ گذشتہ حوالہ، ما نزل من القرآن بالمدینہ، ج ۲، ص ۴۳

۱۰۵۔ محمد رضا معین، فرہنگ فارسی معین: اصطلاح میں فرافکنی کا استعمال علم نفسیات میں ہوتا ہے، فرافکنی ایک دفاعی آلہ ہے جو پریشانی ونگرانی کے مقابلہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اس معنی میں کہ اپنی نامطلوب وناپسندیدہ چیز کہ جنکا اپنے اندر پہچاننا ممکن ہے پریشانی کا سبب ہو دوسروں کی طرف نسبت دی جاتی ہے، مزید معلوم کرنے کے لیے رجوع فرمائیں، (جی فیسٹ و گریگوری جی فیسٹ، نظریہ ہای شخصیت، ترجمہ یحییٰ سید محمدی، ص ۵۳)

۱۰۶۔ مشعبی، گذشتہ حوالہ، ج ۲، ص ۴۷۱

۱۰۷۔ مراجعہ فرمائیں: صالح الفوزان، البدعۃ تعریفھا۔۔۔" ص ۱۱؛ مشعبی، منہج ابن تیمیہ فی مساءلۃ التکفیر، ج ۲، ص ۴۷۵

۱۰۸۔ مسلم، ۸۷۶؛ نسائی، ج ۳، ص ۱۸۸

۱۰۹۔ عبد القاہر بغدادی، الفرق بین الفرق، ص ۳۱۷، و ۳۲۰ اور ۲۹۳

۱۱۰۔ بغدادی، گذشتہ حوالہ

۱۱۱۔ بغدادی، گذشتہ حوالہ، ص ۳۲۰

۱۱۲۔ مزید معلومات کے لیے، مراجعہ کریں، مشعبی، عبد المجید بن سالم عبد اللہ، منہج ابن تیمیہ فی مسئلۃ التکفیر

۱۱۳۔ مزید معلومات کے لیے، مراجعہ فرمائیں: مکارم شیرازی، وہابیت بر سر دوراہی

۱۱۴۔ جہاد بن عبد الالہ الخنیزی، السّلفیہ والشیعۃ ص ۱۲۶

۱۱۵۔ رجوع فرمائیں۔ مرتضیٰ مطہری، مجموعہ آثار، ج ۱، ص ۵۲

۱۱۶- سورۂ توبہ، آیت ۱۷
۱۱۷- محمد حسین قریب گرگانی، "تاریخ وہابیت" ہفت آسمان، ص ۱۸۲
۱۱۸- سورۂ احقاف، آیت ۵-۶
۱۱۹- سورۂ فاطر، آیت ۱۳-۱۴
۱۲۰- سورۂ زمر، آیت ۳
۱۲۱- سورۂ نساء، آیت ۴۸، و ۱۱۶
۱۲۲- ابوزہرہ، تاریخ المذاہب الاسلامیہ، ص ۱۹۲-۱۹۳
۱۲۳- ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، قاعدة الجلیلة فی التوسل والوسیلة، ص ۱۸۲-۱۸۴
۱۲۴- علی بن علی بن محمد بن ابی العز الحنفی، شرح الطحاویة فی العقیدة السلفیة، ص ۲۲۵
۱۲۵- سورۂ ھود، آیت ۴۶
۱۲۶- سورۂ انعام، آیت ۱۰۳
۱۲۷- گذشتہ حوالہ، ص ۱۳۰-۱۳۱
۱۲۸- سعد الدین السید صالح، الفرق والجماعات الاسلامیة المعاصره وجذورها التاریخیه، ص ۱۷۴
۱۲۹- قوسی، المنہج السّلفی، ۴۱۸، ۴۱۹
۱۳۰- گذشتہ حوالہ
۱۳۱- مرتضٰی مطہری، مجموعہ آثار، ج ۳، ص ۶۵
۱۳۲- ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة اصحاب الجحیم، ص ۳۶ و ۴۸
۱۳۳- رجوع فرمائیں: محمد بن علی شوکانی، الرسائل السّلفیہ، ص ۱۸۵
۱۳۴- گذشتہ حوالہ، ص ۴۲۳، ۴۲۴، ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہوئے، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة اصحاب الجحیم، ص ۲۷۵
۱۳۵- ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة اصحاب الجحیم، ص ۵۵
۱۳۶- گذشتہ حوالہ، ص ۴۲۵؛ ابن تیمیہ، گذشتہ حوالہ، ص ۵۴-۵۵
۱۳۷- رجوع فرمائیں: صالح الفوزان، البدعة تعریفها، انواعها واحکمها، ص ۸
۱۳۸- رجوع فرمائیں: جعفر باقری، البدعة، ص ۲۹۵، ۳۰۸
۱۳۹- "وکم من مبالغة لتوھین کلام الرافضی ادّته احیانا الی تنقیص علی ابن ابی طالب ﷺ"، ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، ج ۶ ص ۳۱۹-۳۲۰- مزید معلومات کے لیے کتاب، اخطاء ابن تیمیہ فی حق رسول اللہ واھل بیتہ، کی طرف مراجعہ فرمائیں۔

۱۴۰۔ سید علی حسینی میلانی، دراسات فی منہاج السنہ لمعرفۃ ابن تیمیہ، ص ۵۶۷

۱۴۱۔ ناصر بن عبد اللہ القفاری، اصول مذہب الشیعہ، ج ۱، ص ۷۰-۳۔ انوک، یعنی احمق، اور اس کی جمع نوکی آتی ہے، ابن منظور، لسان العرب، ج ۱۰، ص ۵۰۱

۱۴۲۔ " الروافض الرافضی المغفل او الزندیق المرتدی ثوب الاسلام"، (ناصر بن عبد اللہ القفاری، اصول مذہب الشیعہ، ج ۳، ص ۱۳۳)

۱۴۳۔ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ج ۴، ص ۳۶۸

۱۴۴۔ رجوع فرمائیں: ناصر بن عبد الله بن علی القفاری، اصول مذهب الشیعه الامامية الاثنی عشریه، عرض ونقد، انہوں نے اس کتاب کی جلد اول کے مقدمہ میں ص ۷۔۱۸ پر دعویٰ کیاہے کہ واقعات کو نہایت انصاف وصداقت کے ساتھ اور خود منصفی سے ہٹ کر شیعوں کے مشہور عقائد پر اعتماد کرتے ہوئے بیان کیاہے لیکن یہ شخص ہر گز اپنے کہنے کا پابند نہیں رہتاہے۔ سید محمد حسین قزوینی نقد اصول مذہب الشیعہ الامامیہ الاثنی عشریہ عنوان کے تحت نامی کتاب میں رقم طراز ہیں کہ عالمانہ ومستند طور پر قفاری کے اپنے وعدہ کے مطابق: وعدہ کا پابند نہ ہونا، اس کی طرف اشارہ کیا ہے، رجوع فرمائیں: نقد اصول مذهب الشیعه الامامیه الاثنی عشریه، قم، موسسۂ ولی عصر، لدراسات اسلامیہ، ۱۴۳۰)

۱۴۵۔ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ج ۳، ص ۱۴۸

۱۴۶۔ رجوع کریں۔ عبد المجید المشعبی، منہج ابن تیمیہ فی التکفیر، ج ۲، ص ۴۵۳

۱۴۷۔ حوالہ، گذشتہ، ص ۴۴۰، ۴۴۲

۱۴۸۔ گذشتہ حوالہ، ص ۴۵۴

۱۴۹۔ "اشتهرت ضلالة التجسيم بين اليهود ولكن اول من ابتدع ذلك بين المسلمين هم الروافض" ناصرين عبد الله القفاری، اصول مذهب الشيعه، ج ۲، ص ۶۴۰

۱۵۰۔ والخوئی مرجع الشيعه فی العراق وغيره اليوم يقول: ان كثرة الروايات (رواياتهم فی تحريف القرآن) من طريق اهل البيت عليهم السلام ولأ اقل من الاطمئنان بذالك، وفيها ماروی بطريق معتبر" رجوع فرمائیں: ناصر بن عبد الله القفاری، اصول مذهب الشيعه، ج ۱، ص ۳۳۵

۱۵۱۔ " ومما ذكرناه: قد تبين للقاری، ان حديث تحريف القرآن حديث خرافة وخيال، لايقول به الا من ضعف عقله اومن لم يتأمل فی اطرافه حق التامل، أومن ألجاه اليه بحب القول به، والحب يعمی ويصم، واما العاقل المنصف المتدبر فلا يشك فی بطلانه وخرافته" ابو القاسم خوئی، البيان فی تفسير القرآن، ص ۲۵۹

منابع:

قرآن کریم۔

۱۔آلوسی محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ ھ

۲۔ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، قاعدۃ الجلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ، دار الکتاب العربی، بیروت ۲۰۰۶ء

۳۔۔۔ تفسیر آیات اشکلت علی۔۔۔، دارسۃ تحقیق عبد العزیز بن محمد الخلیفۃ، دار الصمیعی، الریاض ۱۴۲۵ھ

۴۔۔۔ مجموع الفتاوی، کتاب التفسیر، مکتبۃ الرشد، بیروت ۱۴۲۶ھ

۵۔۔۔ درء التعارض العقل والنقل، مکتبۃ الرشد۔ ناشرون، الریاض ۱۴۲۷ھ

۶۔۔۔اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم، تحقیق ناصر بن عبد الکریم، مکتبۃ الرشد، الریاض (بی تا)

۷۔ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت (بی تا)

۸۔ابوزہرہ، محمد، تاریخ المذاہب الاسلامیہ، دار الفکر العربی، القاہرہ، ۱۹۹۶ء

۹۔ابی یعقوب، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، دار صادر، بیروت ۱۳۷۹ھ

۱۰۔اصفہانی، ابی نعیم، حلیۃ الاولیاء، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۹۸۷ء

۱۱۔امینی، عبد الحسین، نظرۃ فی کتاب منہاج السنۃ النبویۃ، نرم افزار کلام اسلامی، مرکز تحقیقات کامپوتری علوم اسلامی نور، قم، ۱۳۹۰ش

۱۲۔انوری، حسن، فرہنگ بزرگ سخن فارسی، سخن، تہران، ۱۳۸۱ش

۱۳۔ باقری جعفر، البدعۃ، دار الثقلین، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۴۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار الجبل، بیروت، (بی تا)

۱۵۔بغدادی، عبد القاہر بن طاہر بن محمد بن محمد، الفرق بین الفرق، دار المعرفۃ، بیروت ۱۴۲۴ھ

۱۶۔البنا، حسن، مجموعہ رسائل، المکتبہ التوقیفیۃ، القاھرۃ (بی تا)

۱۷۔بوطی، محمد سعید رمضان، السلفیۃ مرحلۃ زمینیۃ مبارکۃ لامذہب اسلامی، دار الفکر المعاصر، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۸۔بیضاوی، عبد اللہ بن محمد بن علی، انوار التنزیل واسرار التاویل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۹۔جابر محمود، الوہابیۃ فی مصر من محمد علی الی مبارک، دار المیزان، بیروت، ۱۴۳۲ھ

۲۰۔حر عاملی، محمد بن الحسن، وسائل الشیعہ، موٗسسہ آل البیت، قم، ۱۴۰۹ھ

۲۱۔ حسینی قزوینی، سید محمد، نقد اصول مذہب الشیعۃ الامامیۃ الاثنی عشریۃ، موسسہ ولی عصر لدراسات اسلامیہ، قم، ۱۴۳۰ھ

۲۲۔ حسینی میلانی، سید علی، دراسات فی منہاج السنۃ لمعرفۃ ابن تیمیہ، مرکز الحقائق الاسلامیۃ قم، ۱۴۲۸ھ

۲۳۔ حسینی ، مسعد بن مساعد ، منہج محمد بن عبد الوہاب فی التفسیر ، کتابخانہ المکتبہ الشاملہ (مدرسہ فقاہت)، (http://shamela,baharsound.ir/40473/1/1)

۲۴۔ حنفی، علی بن علی بن محمد بن ابی العز، شرح الطحاویۃ فی العقیدۃ السلفیۃ، تحقیق احمد محمد شاکر، دار السودانیۃ للکتب، سودان، خرطوم، (بی تا)

۲۵۔ الخطیب محمد عوض، الوہابیۃ، فکرا وممارسۃ، مرکز الغدیر، بیروت ۱۴۳۲ھ

۲۶۔ خوئی ،ابوالقاسم، البیان فی تفسیر القرآن، دار الزہرا، بیروت ۱۴۰۸ھ

۲۷۔ دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ، دانشگاہ تہران، تہران، ۱۳۷۳ش

۲۸۔ زمخشری، محمود، الکشاف عن غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ

۲۹۔ سبحانی، جعفر، آیین وہابیت، نشر توحید، قم ۱۳۶۴ش

۳۰۔ سمہوری، رائد، نقد الخطاب السّلفی ابن تیمیہ نموذجا، طوی للنشر والاعلام، لندن، ۲۰۱۰ء

۳۱۔ شکری، مصطفیٰ، التبیین، نسخہ خطی، (بی تا)

۳۲۔ شکری، مصطفیٰ، الحجیات، نسخہ خطی، (بی تا)

۳۳۔ شوکانی، محمد بن علی، الرسائل السلفیۃ فی احیاء سنۃ خیر البریۃ، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ

۳۴۔ شہرستانی، محمد بن عبد الکریم، الملل والنحل، منشورات الشریف الرضی، قم ۱۳۶۴ش

۳۵۔ صائب عبد الحمید، ابن تیمیہ حیاتہ۔ عقائدہ، مؤسسہ دائرہ معارف الفقہ الاسلامی، قم، ۱۴۲۶ھ

۳۶۔ صالح، سعد الدین السید، الفرق والجماعات الاسلامیۃ المعاصرۃ، وجذورہا التاریخیۃ، دار احد، الامارات ۱۴۲۰ھ

۳۷۔ الصفدی، صلاح الدین، الوافی بالوفیات، دار النشر، بیروت، (بی تا)

۳۸۔ عثیمین محمد بن صالح، القول المفید علی کتاب التوحید، دار ابن جوزی، الریاض ۱۴۱۷ھ

۳۹۔ ---شرح العقیدۃ الواسطیۃ، تحقیق سعد بن فواز الصمیل، دار ابن جوزی، الریاض، (بی تا)

۴۰۔ تفسیر القرآن الکریم (نسخہ الکترانیک) موسسہ الشیخ العثیمین، موقع الرسمی للشیخ العثیمین http://www.ibnothaimeen.com/all/index/article_17097.shtml.

۴۱۔ عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ، مدار الوطن للنشر، ریاض، ۱۴۰۴ھ

۴۲۔ عقیلی، ابراہیم، تکامل المنہج المعرفی عند ابن تیمیہ، المعہد العلمی للفکر الاسلامی، فیرجینیا، ۱۴۱۵ھ

۴۳۔ علی زادہ موسوی، سید مہدی، سلفی گری ووہابیت، دفتر تبلیغات اسلامی، قم ۱۳۹۰ش

۴۴۔ فرمانیان، مہدی، مجموعہ مقالات فرق تسنن، (بہ کوشش: مہدی فرمانیان)، نشرادیان، قم، ۱۳۸۸ش

۴۵۔ فوزان، صالح بن فوزان بن عبد اللہ، البدعۃ، تعریفہا، انواعہا واحکامہا، دار العاصمۃ، الریاض، ۱۴۱۲ھ

۴۶۔۔۔ شرح المنظومة الحائية فی عقيدة اہل السنة والجماعة، تحقيق عادل الرفاعی وعصام المری، دار العاصمة للنشر والتوزيع (بی تا)

۴۷۔فیسٹ، جس و گریگوری، جی، فیسٹ، نظریہ ہای شخصیت، ترجمہ یحییٰ سید محمدی، نشر روان، تہران، ۱۳۸۶ش

۴۸۔قریب گرگانی، محمد حسین، "تاریخ وہابیت" بہ کوشش: رسول جعفریان، ہفت آسمان، پاییز و زمستان ۱۳۷۸ ش، شمارہ ۳ و ۴، ص ۱۷۷-۱۹۶

۴۹۔قزوینی، محمد حسن، الامامة الکبری والخلافة العظمیٰ، دار القاری، بیروت، ۱۴۲۴ھ

۵۰۔کثیری، سید محمد السّلفیہ بین اہل السنة والامامیة، الغدیر، بیروت ۱۴۱۸ھ

محمد نصیر آمنہ، الشیخ الامام محمد بن عبد الوہاب و منہج فی مباحث العقیدة، کتابخانہ المکتبہ الشاملہ مدرسۃ فقاہت، (بی تا)

۵۱۔مشعبی عبد المجید بن سالم بن عبد اللہ، منہج ابن تیمیہ فی مسالة التکفیر، دار اضواء السلف، ریاض، ۱۴۱۸ھ

۵۲۔مطہری، مرتضیٰ، نرم افزار مجموعہ آثار، انتشارات صدرا، مرکز تحقیقات کامپیوتری علوم اسلامی، نور، قم، ۱۳۸۹ش

۵۳۔مکارم شیرازی، ناصر، وہابیت بر سر دوراہی، انتشارات امیر المومنین، قم، ۱۳۸۶ش

۵۴۔القفاری، ناصر بن عبد اللہ بن علی، اصول مذہب الشیعہ الاثنی عشریہ، ریاض، ۱۴۱۴ھ (بی نا)

۵۵۔نیشاپوری، حاکم، المستدرک، دار المعرفہ، بیروت، (بی تا)

۵۶۔ہیکل، محمد حسین، کتاب حیاة محمد، مطبعۃ مصر، ۱۳۵۴